علمی و تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی

نور معرفت

مُحرّم صفر ربیع اوّل سنہ ۱۴۳۱ ھ

شیعہ محدثین اور اُنکی کتب حدیث

اصول فقہ کا مختصر تعارف

کتب سیرت بحوالہ شیعہ مولفین

اُصول کافی اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اجماع کی شرعی حیثیت مکتب اہل بیت علیہم السلام

قرآن کریم میں قَسموں (Oaths) کی اَنواع

تحریک حسینی علیہ السلام کے تناظر میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر

واقعہ عاشورا کے بارے میں تحقیقی مواد اور مدارس کی ذمہ داری

علمی و تحقیقاتی مجلّہ

سہ ماہی **نور معرفت** اسلام آباد

جلد:۱ محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق جنوری تا جنوری ۲۰۱۰ء شمارہ:۲

رجسٹرڈ نمبر ID 365 ڈیکلریشن نمبر 7334

مجلس ادارت

- سید حسین عارف نقوی (صدر مجلس)
- سید حسنین عباس گردیزی
- سید ثمر علی نقوی
- محمد اصغر عسکری
- جعفر علی میر
- روشن علی

مدیر

سید رمیز الحسن موسوی

سر کولیشن انچارج

طاہر عباس

قیمت فی شمارہ 100 روپے زرِسالانہ 400 روپے

پبلشر:۔ سید حسنین عباس گردیزی پرنٹرز:۔ پکٹوریل پریس، آبپارہ، اسلام آباد

خط وکتابت کا پتہ:۔ شعبہ تحقیقات، نور الہدیٰ ٹرسٹ، (رجسٹرڈ) بارہ کہو، اسلام آباد

فون: 051-2231937 ای میل noor.marfat@gmail.com

اہم گذارشات

- مقالہ نگار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے تحقیقی مقالات مدیرِ نور معرفت کے نام ارسال کریں۔
- بہتر ہے کہ مضمون کمپوز شدہ ہوں اور ان کی ضخامت بیس /پچیس صفحات سے زائد نہ ہو۔

ممکن ہو تو مضمون کی سافٹ کاپی بھی ارسال کریں یا مدیر کے ای۔ میل پر ارسال فرمائی جائے۔

- ممکن ہے کہ ادارہ ہر شمارہ کے لیے محققین کو اپنی طرف سے جدید تحقیق طلب موضوعات کے نام ارسال کرے کہ ان پر تحقیق کی جائے۔
- حواشی اور حوالہ جات کے لیے اصلی مآخذ کو اختیار کیا جائے اور تفصیل سے لکھے جائیں اس طرح کتاب مصنف، طبع.......... سن طباعت......... ج.........ص .... کے ساتھ مضمون کے آخر میں نمبر لگا کر دیے جائیں۔
- رسالہ نور معرفت میں علوم قرآن و حدیث، فقہ و اصول فقہ، کلام و فلسفہ اور اسلامی تاریخ، تعلیم و تدریس، تقابل ادیان،ادبیات، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، ثقافت و تمدن، قانون و اصول قانون وغیرہ پر اسلامی نقطہ نظر سے مقالات شایع کئے جاتے ہیں۔
- نور معرفت میں شائع شدہ مقالات کسی اور جگہ طبع کرانے کی صورت میں '' نور معرفت'' کا حوالہ دینا ضروری ہے۔
- علمی کتابوں پر تبصرے کے لیے مدیر نور معرفت کو کتاب کی دو کاپی ارسال کی جائے۔

☆☆☆☆☆

فہرست مطالب

نمبر شمار	اداریہ	مؤلف	صفحہ
1	واقعہ عاشورا کے بارے میں تحقیقی مواد اور مدارس کی ذمہ داری	مدیر	5
	نقد و نظر		
2	فرقہ وارانہ اور متنازعہ نصاب تعلیم	محمد حسین	8
	قرآنیات		
3	'' قرآن کریم میں قسموں (Oaths) کی انواع '' قسط ۲	سید عقیل حیدر زیدی	34
	سیرت		
4	اُصول کافی اور سیرت نبوی ﷺ	سید حسنین عباس گردیزی	48
5	تحریک حسینی علیہ السلام کے تناظر میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر	روشن علی	79
	اصول فقہ		
6	اجماع کی شرعی حیثیت مکتب اہل بیت	محمد حسین مبلغی	106
7	اصول فقہ کا مختصر تعارف	سید التجا حسین کاظمی	123
	کتاب شناسی		
8	کتب سیرت بحوالہ شیعہ مولفین	سید حسین عارف نقوی	132
9	شیعہ محدثین اور اُن کی کتب حدیث (۴) شیخ حُر عاملی بحیثیت محدث	سید رمیز الحسن موسوی	154

شرکاء کا تعارف

سید حسنین عباس گردیزی

چیرمین نور الہدیٰ ٹرسٹ ،پرنسپل جامعۃ الرضا ، بارہ کہو ،اسلام آباد

سید رمیز الحسن موسوی

مسئول شعبہ تحقیقات ،نور الہدیٰ ٹرسٹ ، بارہ کہو اسلام آباد

محمد حسین مبلغی

مدرس جامعۃ الرضا ، بارہ کہو ،اسلام آباد

سید التجا حسین کاظمی

مدرس جامعۃ الرضا ، بارہ کہو ،اسلام آباد

محمد حسین

ایم اے ای پی ایم، بی ایڈ ،جامعہ الکوثر ،اسلام آباد

روشن علی

اسٹنٹ پروفیسر، وفاقی نظامت تعلیمات ،اسلام آباد

سید حسین عارف نقوی

محقق،کتاب شناس، پرنسپل (ر) ایف جی ڈائریکٹوریٹ آف ایجو کیشن اسلام آباد

سید عقیل حیدر زیدی المشہدی

ریسریچ اسکالر علوم اسلامیہ (کراچی)

اداریہ

کربلا کے متعلق تحقیقی مواد اور مدارس کی ذمہ داری

تاریخ اسلام و مسلمین کاایک اہم واقعہ ، کربلا کا درد ناک حادثہ ہے جس نے مسلمانوں کی تاریخ پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور اسلامی معارف کا ایک نیا باب رقم کیا ہے۔ ۶۱ ھ میں یہ واقعہ رونما ہونے کے بعد سے اب تک مسلمانوں کی ایک بڑی تعدا داس واقعہ عظمیٰ کی یاد منا رہی ہے اور اسے مسلمانوں کی آئندہ سیاسی واجتماعی حکمت عملی اور ظلم وستم کے خلاف قیام کے لئے نمونہ عمل قرار دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اسی واقعہ کے اثرات کے نتیجے میں مسلمانوں کی سیاسی واجتماعی زندگی میں عظیم تحولات رونما ہوئے ہیں اور مسلمانوں نے شہدائے کربلا کی سیرت وروش پر عمل کرتے اور ظلم واستبداد کے خلاف عَلَم بلند کرتے ہوئے عدل وانصاف کے حصول کی کامیاب تحریکیں چلائی ہیں۔جس کی تازہ مثال ہمار ا معاصر تاریخی واقعہ ہے کہ جسے ہم انقلاب اسلامی ایران کے نام سے یاد کرتے ہیں۔جس کو گذرے ہوئے ۳۰ سال ہو چکے ہیں اور اس انقلاب کے نتیجے میں ایک مضبوط اسلامی حکومت وجود میں آچکی ہے۔

اگر اس انقلاب کی اجتماعی وسیاسی بنیادوں کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو اس کی بازگشت واقعہ کربلا ہی کی طرف ہوتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ اگر تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا اور روز عاشور امام حسین علیہ السلام اور اُن کے فدا کار اصحاب کی جان نثاری نہ ہوتی اور مسلمانوں کی تاریخ میں ظلم واستبداد کے خلاف نواسۂ رسول ﷺ کا یہ قیام نہ ہوتا تو نہ تو کوئی اوراسلامی تحریک چلتی اور نہ ایران کااسلامی انقلاب برپا ہوتا۔اسی طرح اگر ایرانیوں کا واقعہ کربلا کے ساتھ گہرااعتقادی اور جذباتی لگاؤنہ ہوتا اور امام حسین علیہ السلام کی سیرت اُن کے سامنے نہ ہوتی تو یہ انقلاب کسی بھی صورت رونما ہوتا اور عالمی سیاسی وطاغوتی قوتوں کے خلاف ایرانی مسلمانوں کی یہ تحریک کبھی بھی کامیاب نہ ہوتی۔اگر دوسرے عوامل کی وجہ سے کامیاب ہو بھی جاتی تو لمبے عرصے تک قائم نہ رہ سکتی۔آج انقلاب اسلامی ایران کے دوام کی سب سے بڑی سبب کربلا کا یہی عظیم واقعہ ہے اور اس واقعہ کے بارے میں ایرانیوں کا درست ادراک ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو اگر ایرانیوں کے لئے یہ تاریخی واقعہ تعریف شدہ صورت میں پیش کیا جاتا اور اس کے حقائق بیان کئے جانے کے بجائے اس واقعہ کے حوالے سے خرافات و خیالات پر مبنی چیزیں عوام تک پہنچائی جاتیں تو ایرانی قوم پر بھی اس کے اثرات مرتب نہ ہوتے اور وہ شاہی استبداد اور یزید وقت کے خلاف کبھی بھی قیام کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتی۔یہ کارنامہ ہے اُن اہل قلم و محققین اور اہل منبر وخطباء کا کہ جنہوں نے اپنی قوم کے سامنے اس واقعہ عظمیٰ کو تحقیقی انداز میں پیش کیا اور اس واقعہ کے تربیتی پہلوؤں سے بھر پو ر استفادہ کرتے ہوئے قو م کو ظلم واستبداد کے خلاف قیام کر نے اور شہدائے کربلا کی طرح اپنا شر عی فریضہ ادا کر نے کے لئے آمادہ کیا۔

اسی واقعہ کی یاد سالہا سال سے ہماری قوم میں بھی منائی جارہی ہے اور ہر سال اس کے اوپر جانی ومالی سرمایہ کاری جاتی ہے لیکن کربلا کی یاد ہمارے ہاں وہ اثرات نہیں دکھاتی جو دوسری قوموں خصوصاً ایرانی قوم میں دیکھے جارہے ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے ہاں کربلاکے بارے میں تحقیقی مواد پیش نہیں کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے عوام واقعہ عاشوراکے متعلق تاریخی ادراک پیدا نہیں رکھتے اور نہ ہم اس واقعہ عظمیٰ کے سیاسی واجتماعی اور تربیتی پہلوؤں کو سمجھ رہے ہیں۔لہٰذا ہم نہ فقط ظلم واستبداد کے خلاف قیا م کی سکت نہیں رکھتے بلکہ اسی ظلم واستبدا د کے تعاون سے واقعہ کربلا کی یاد منانے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے۔لہٰذا ہم امام حسین علیہ السلاماور شہدائے کربلا جیسا عظیم سرمایہ رکھنے کے باوجود ظلم وستم کو کھلے دل سے قبول کر لیتے ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ابھی تک واقعہ کربلاکے حقائق کا ادراک نہیں کر سکے چونکہ ہمارے سامنے اس واقعہ کی تاریخ ، تحقیقی انداز میں پیش نہیں کی جاتی۔ہم اسے فقط ایک اسطورے (روایتی اور افسانوی واقعہ)کے طور پر مناتے ہیں اور اس کے تربیتی وسیاسی پہلوؤں سے بالکل غافل ہیں۔لہٰذا ہم اس واقعہ کے تربیتی اثرات سے محروم ہیں اور شہدائے کربلا کی سیرت وطریقے سے ناآشنا ہیں۔

اس سلسلے میں ہمارے اہل قلم ، محققین اور خصوصاً دینی وعلمی مدارس ومراکز کی سنگین ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس واقعہ کے بارے میں تحقیقی مواد فراہم کریں تاکہ اس کے افسانوی رنگ کو ختم کرنے کے لئے اس کے نمونہ عمل پہلوؤں کو روشن کیا جاسکے اور قوم کو ظلم واستبداد کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے اس واقعہ

سے بھر پور فائدہ اُٹھاتے ہوئے ''امام حسین علیہ السلام کے سفینہ نجات ہونے'' کا صحیح مفہوم اُجاگر ہو سکے۔ اس وقت ہماری مجالس عزاء میں اور ہمارے منبر سے کربلا اور عاشورا کے حوالے سے جو کچھ پیش کیا جارہا ہے اُس میں تربیتی اور تحقیقی پہلو بہت ہی کمزور ہے چونکہ خرافاتی اور خیالاتی چیزوں سے تربیت نہیں ہو سکتی؛تربیت کے لئے حقائق بیان ہو نے ضروری ہیں۔لہٰذا ہمیں سیرت معصومین کی روشنی میں لوگوں کو اس واقعہ کی یاد منانے کی اہمیت بتانی چاہیے اور عزاداری امام حسین کے اہداف ومقاصد سے آگاہ کرنا چاہیے تاکہ دین اور اولیائے دین کے بارے میں عوام کا شعور بلند ہو سکے اور وہ حقیقی معنوں میں ان ذوات مقدسہ کی پیروی کر سکیں۔

نقد و نظر

فرقہ وارانہ اور متنازعہ نصاب تعلیم

محمد حسین

قارئین کرام! ملت کے اہم اور اجتماعی حل طلب مسائل میں سے ایک قومی تعلیمی اداروں کے اسلامیات سے مربوط فرقہ وارانہ اور متنازعہ نصاب تعلیم بھی ہے۔پاکستان میں مکتبِ تشیع کے خلاف کی جانے والی فرقہ وارانہ دردناک کاروایوں سے کون سا درد مند انسان آگاہ نہیں ہے۔اس ملک میں شیعہ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔بم دھماکوں، ٹارگٹ کلنگ، اغوا گری،اپنے ہی ملک میں دربدری ،معاشی استحصال اور اجتماعی ظلم و بربریت اور فرقہ وارانہ دہشت گردی کے المناک واقعات نے ہر باضمیر، حقیقت پسند اور دردمند انسان کے رونگٹے کھڑے کر دیئے ہیں۔پاکستان میں فرقہ واریت خصوصاً مکتبِ تشیع کے خلاف ہونے والے جانبدارانہ اقدامات اور ان پر باقی مسلمانوں کے تماشائی بنے رہنے کا بنیادی سبب کروڑوں طلبہ کو پڑھایا جانےوالا مذہبی رواداری اور تحقیق سے عاری نصابِ تعلیم بھی ہے۔

شکایت ہے مجھے یا رب ! خداوندان مکتب سے ۔۔۔ سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

کیونکہ اس تنگ نظری و علمی خیانت پر مبنی اور تحقیق سے عاری نصاب نے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لاکھوں فرزندان توحید کو تنگ نظر بنا دیا ہے۔یہ نصاب طلبہ (خصوصاً اعلیٰ مراحل میں زیر تعلیم طلبہ) کے ذہنوں میں اسلامی بھائی چارگی، مذہبی رواداری اور اتحاد و اتفاق جیسے اعلیٰ اقدار کو نہ صرف منتقل نہیں کرتا بلکہ اسلامی تاریخی، عقیدتی، فقہی اور علمی وسعت، بزرگانِ دین کے باہمی تعاون، دوستی، احترام، فیض رسانی و فیض یابی نیز رواداری و وسعت نظری پر استوار حقیقی چہرے کو مسخ کرکے نئی نسل کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور یوں پاکستان میں فرقہ واریت کے فروغ میں نصابِ تعلیم بھی کردار ادا کر رہا ہے۔حکیم الامت فرماتے ہیں۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظامِ تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

پاکستان میں پچھلی تین دہائیوں سے مسلمانوں کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ نہیں ہیں۔ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا مسلسل بے دریغ قتل ہو رہا ہے، اہم قومی شخصیات (جید علماء کرام، اساتذہ، پروفیسرز، سیاستدان، آفیسرز، ڈاکٹرز، انجینئیرز، ججز، وکلاء، تاجر اور زندگی کے دیگر شعبوں سے وابستہ افراد) کی مسلک کی بنیاد پر ٹارگٹ کلنگ Target Killing) (ہو رہی ہے، ہزاروں افراد زخمی ہیں۔

ہزاروں معصوم بچے یتیم ہو رہے ہیں، سینکڑوں گھر اجڑ رہے ہیں، معاشرتی امن و سکون تباہ ہو رہا ہے اور قومی اور نجی املاک کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچ رہا ہے ہر درد مند مسلمان اور ہر باشعور پاکستانی اس صورت حال سے یقینا افسردہ ہے۔ دین مقدس اسلام کے نام پر کی جانے والی دہشت گردی کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ملی یکجہتی اور قومی سلامتی کے نعرے لگانے والے کسی ادارے یا تنظیم نے اس قومی مسئلے کے عملی حل کی غرض سے کوئی جامع اقدام نہیں اٹھایا ہے۔ آزاد صحافت، آزاد عدلیہ اور ہیومن رائٹس کے دعویداروں اور مذہبی جماعتوں کی مجرمانہ خاموشی ایک انتہائی اہم سوال ہے۔ انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ محب وطن شہریوں کی جانب سے پاکستان کی قومی سلامتی کے تحفظ اور مذہبی رواداری کی فضا کو برقرار رکھنے کی خاطر کیے جانے والے صبر اور حوصلے کو کمزوری سمجھتے ہوئے پر امن آئینی مطالبات کو تسلیم نہ کرنے کو مسئلے کا پائیدار حل سمجھا جا رہا ہے۔ جبکہ اس رویے کی وجہ سے انتہائی خطرناک احساسات پروان چڑھ رہے ہیں۔

پاکستان میں گزشتہ تین دہائیوں سے جاری فرقہ واریت، مذہبی دہشت گردی، مسلمانوں ہی کے ہاتھوں مسلمانوں کے بے دریغ قتل و غارت، عبادت گاہوں کی بے حرمتی، فتنہ پرور ملائوں کی فتنہ انگیزیوں کی کامیابی میں یہ درسی کتابیں بھی مؤثر کردار کی حامل رہی ہیں کیونکہ مذہبی رواداری اور تحقیق سے عاری یہ نصاب ہماری نسلوں کے ذہنوں، کردار، گفتار اور افکار پر منفی اور فرقہ وارانہ اثرات چھوڑ رہا ہے۔ اور یوں پاکستان میں فرقہ واریت کے فروغ میں نصابِ تعلیم بھی کردار ادا کر رہا ہے۔

مذہبی رواداری کی اہمیت

کسی بھی ایسے معاشرے میں جہاں مختلف ادیان، مذاہب، مکاتب فکر اور فرقوں کے پیروکار بستے ہوں وہاں مذہبی رواداری بڑی اہمیت کی حامل ہو تی ہے۔ قومی سلامتی و استحکام، احترامِ انسانیت، مذہبی اقدار اور مقامات کا تقدس، معاشرتی عدل و انصاف کا قیام، آئین و قانون کی بالادستی، انسانی و شہری حقوق کی پاسداری، معاشرتی امن و سکون کی بحالی، ملی یکجہتی غرض تمام قومی و معاشرتی نظام مذہبی رواداری پر منحصر ہے۔اس اہمیت کے پیش نظر مذہبی رواداری کو فروغ دینا اور اس کی راہ میں حال رکاوٹوں کو دور کرنا معاشرے کے ہر فرد کی قومی و مذہبی ذمہ داری ہے۔

نصابِ تعلیم کی اہمیت

نصابِ تعلیم کسی بھی ملک میں بسنے والے لوگوں کے اجتماعی نظریہ حیات اور طرز معاشرت کی ترجمانی کرتا ہے۔

نصابی کتابیں طالبعلم کے نظریاتی، اخلاقی، انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام امور پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ نصابِ تعلیم کے ذریعے ملک کے نظریاتی، ثقافتی، اخلاقی، سیاسی، معاشی اور عملی سرگرمیوں میں تبدیلیاں لائی جاتی ہیں۔ کوئی بھی ملک نصابِ تعلیم کے ذریعے ہی تہذیب و تمدن اور ثقافت کو باقی رکھ سکتا ہے یا تبدیل کر سکتا ہے۔ پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک خود مختار اسلامی ریاست کے نام پر وجود میں آیا ہے۔اس کے تمام بنیادی آئین اور قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق تشکیل دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔اس اسلامی مملکت میں طلبہ کو ذمہ دار مسلمان شہری بنانے کی خاطر اسلامی تعلیمات کو بنیاد بنا کر نصابِ تعلیم تیار کیا جاتا ہے۔اور اکثر مراحل تعلیم میں اسلامیات کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے۔

نصابِ تعلیم نئی نسل کی تعلیم و تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔چونکہ پاکستان میں دو بنیادی اسلامی مکاتبِ فکر (شیعہ و سنی) کے پیرو کار مسلمان بستے ہیں۔اور دونوں مکاتبِ فکر بعض فروعی اور تاریخی مباحث سے متعلق امتیازی نظریات کے قائل ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ تعلیمی اداروں کا نصابِ تعلیم دونوں مکاتبِ فکر کی

یکساں ترجمانی کرے تاکہ وطن عزیز میں مذہبی رواداری فروغ پائے۔لیکن افسوس کہ موجودہ نصابِ تعلیم میں اس بنیادی اصول کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔

ایسے میں ارباب بست و کشاد کو چاہیے کہ وہ فرقہ وارانہ کشیدگی کے بڑھتے ہوئے خطرے اور اس کے خوفناک نتائج کو درک کریں۔اور کسی بھی مستند اسلامی مکتب فکر کے ساتھ جانبدارانہ سلوک کرنے کی بجائے تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے ساتھ یکساں سلوک کو یقینی بنائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں حکیم الامت کے مندرجہ ذیل پیغام کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انسان کو   اخوت کا بیان ہو جا محبت کی زبان ہو جا

موجودہ نصاب جس میں شیعہ مکتب فکر کو مکمل نظر انداز کیا گیا ہے اور مکتبِ تشیع کی بنیادی تعلیمات پر بلا تحقیق منفی تبصرے کیے گئے۔اس کے دو طرفہ نقصانات نظر ہیں۔ایک طرف تو ملتِ تشیع کے طلبہ کو ان کے اپنے مکتب کی تعلیمات سے دور رکھتے ہوئے ان پر دوسرے مسلک کی تعلیمات ٹھونس کر انہیں پریشان اور مذہب سے متنفر کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف دیگر مسلم طلبہ کو (بلا تحقیق اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کی تعلیم کے ذریعے) شیعہ مکتبِ فکر سے متنفر کیا جا رہا ہے۔چونکہ نصابِ تعلیم دیگر ذرائع ابلاغ کی نسبت بہت زیادہ مؤثر ہوتا ہے اس لیے اسی مؤثر ذریعے سے پاکستان میں فرقہ واریت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔لہٰذا فرقہ واریت کے بنیادی اسباب (root causes) میں سے ایک انہی درسی کتابوں میں موجود مذہبی رواداری اور تحقیق سے عاری مواد بھی ہے۔

ایسے اسلامی اور قومی اقدار کے منافی نظامِ تعلیم سے متعلق حکیم الامت کے یہ اشعار دعوتِ فکر دیتے ہیں۔

سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر   کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو   ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر

تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب   سونے کا ہمالہ ہے تو مٹی کا ہے ایک ڈھیر

قومی نصابِ تعلیم میں مکتب تشیع نہ صرف کو نظر انداز نہیں کیا گیا اور تعلیمات اہل بیت کو نصابِ تعلیم میں جگہ نہیں دی گئی ہے بلکہ نصابی کتابوں میں اس مکتبِ فکر پر بے بنیاد منفی تبصروں پر مشتمل متنازعہ مواد کو شامل کیا گیا ہے۔اسی طرح مکتبِ تشیع کی بنیادی تعلیمات سے متعلق بے بنیاد تحقیق سے عاری منفی پروپیگنڈے کیے گئے ہیں۔نیز ملکی آبادی کی۳۰ فیصد پر مشتمل شیعہ آبادی کے طلبہ پر دوسرے مسلک کی تعلیمات کو مسلط کیا جا رہا ہے عقائد، فقہ ، تفسیر ، حدیث اور تاریخ سے متعلق مکتبِ خلافت کی تعلیمات کو ہی اسلامی تعلیمات اور تاریخ کا حقیقی ترجمان قرار دے کر سب پر مسلط کرتے ہوئے مکتب اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کو ان کے اپنے مکتب سے دور رکھا جا رہا ہے۔

مزید برآں اسلامی موضوعات سے متعلق متنازعہ باتوں کو بھی بلا تحقیق پیش کیا گیا ہے۔اور صرف ایک مکتبِ فکر کے نظریات کے تذکرے پر اکتفا کیا گیا ہے۔قومی تعلیمی اداروں خاص طور اعلیٰ، تحقیقی، وتخصصی ادارے (جامعات) کے نصابِ تعلیم کا مطالعہ کریں توقومی اداروں اور روایتی فرقہ وارانہ مدارس میں ہمیں کچھ خاص فرق نظر نہیں آتا ہے۔کیونکہ فرقہ وارانہ مدارس کی طرح ان قومی اداروں میں بھی صرف ایک مکتبِ فکر کی تعلیم دی جاتی ہے۔

نصابِ تعلیم آئین اور تعلیمی پالیسیوں کے آئینے میں

1. 1973 کے آئین کے حصہ اول شق نمبر۲۲ دفعہ ۳ (الف) کے مطابق پاکستان میں رہنے والے ہر شہری کو اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق تعلیم کا بنیادی حق حاصل ہے اور ان پر عمل کرنے کی آزادی بھی حاصل ہے۔چنانچہ صرف دو فیصد آبادی پر مشتمل غیر مسلم شہریوں کے لیے تمام مراحل تعلیم میں اسلامیات کے مضمون کی جگہ اخلاقیات (Ethics) کا مضمون پڑھایا جاتا ہے۔اور ان کو مکمل مذہبی آزادی بھی حاصل ہے۔
2. آئین کے ساتھ ساتھ تمام بنیادی تعلیمی پالیسیوں میں یہ بات تصریحاً موجود ہے کہ نصاب تعلیم کسی خاص فرقے یا مکتبِ فکر کی ترجمانی نہیں کرے گا۔

قومی نصابِ تعلیم سے متعلق اہم مشاہدات

1. اسلامی تعلیمات کے منافی مواد۔
2. قومی نصابِ تعلیم صرف ایک مکتبِ فکر کی ترجمانی کرتا ہے۔
3. اہل بیتؑ رسول ﷺ کی دینی، علمی، معاشرتی اور سیاسی منزلت اور خدمات کو مکمل نظر انداز کیا گیا ہے۔
4. ایک اسلامی مکتبِ فکر پر متعصبانہ اور تحقیق سے عاری منفی تبصرے کئے گئے ہیں۔
5. نصاب سازی میں صرف ایک مکتبِ فکر کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

فرقہ وارانہ، متنازعہ اور منافرت پر مبنی مواد کے شواہد بطور نمونہ چنداعتراضات کے اقتباسات بمع حوالہ جات اور ان اعتراضات کا مختصر تجزیہ

ا۔اسلامی تعلیمات کے منافی مواد :

اسلامی تصورِ توحیدکے منافی اور تحقیق سے عاری موا د پنجاب یونیورسٹی کے نئے نصاب 2008-2009 کے مطابق MA اسلامیات، نعیم صدیقی ''فہم الحدیث'' ص ۲۳۱ سے ۲۴۴ تک کے صفحات پر مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ ہو:

''جہنم میں لوگ برابر ڈالے جاتے رہیں گے اور یہ کہے گی اور زیادہ ہیں؟ پھر اللہ رب العزت اس میں اپنا پاؤں مبارک رکھیں گے تو جہنم کے ایک حصے دوسرے حصے کی طرف سمٹ آئیں گے اور (جہنم) کہے گی بس بس'' (متفق علیہ) ''

تجزیہ و تبصرہ:

مذکورہ بالا روایت سے اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آتا ہے۔حالانکہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کے قائل نہیں ہیں۔ان کے نزدیک جسم ہونا مخلوق کی صفت ہے۔اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تمام خصوصیات سے پاک و منزہ ہے۔مذکورہ روایت نص قرآن "لَیسَ کَمِثْلِہِ شَئٌ"

ترجمہ: " اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔(سورہ شوریٰ آیۃ ۱۱)

سے متصادم ہے۔مذکورہ روایت پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ کیا اللہ (خالق جنت و جہنم) بھی اپنے آپ کو نارِ جہنم سے نہیں بچا سکتا؟

۲۔رسول کریم ﷺ اور پوری امتِ مسلمہ کی تحقیر و توہین پر مشتمل مواد: بطور نمونہ

ا۔MA اسلامیات PU نعیم صدیقی'' فہم الحدیث '' میں ''صفات خداوندی میں شرکت'' کے زیر عنوان رقمطراز ہیں: ''رسول اکرم ﷺ نے اپنی ذات سے علم غیب کی نفی کی۔ایک دفعہ ایک شادی کے موقع پر آنحضرت ﷺ تشریف فرما تھے کہ انصار کی چند لڑکیاں گا رہی تھیں گاتے گاتے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔''اور ہم میں ایک ایسا پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے آنحضرت نے منع فرمایا '' وہی کہو جو پہلے گا رہی تھیں۔'' (صحیح بخاری)''

تجزیہ و تبصرہ

مذکورہ بالا روایت معلمِ انسانیت، پیکر خلق عظیم، رسالت مآب ﷺ کو اسلامی اخلاقیات سے نا آشنا ثابت کرتی ہے۔یہ روایت قرآن مجید "وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ "

ترجمہ: "اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔" (سورہ القلم آیت ۴)

سے متصادم ہے۔مزید کیا غنا اسلام میں حرام نہیں ہے ؟ کیا اسلامی احکام پر نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ عمل پیرا نہیں تھے؟ نبی کا علمِ غیب ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہوتا ہے۔اسی کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے دنیا و آخرت سے متعلق بے شمار پیشن گوئیاں کی ہیں۔قرآن بھی اس کی تائید کرتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى الۡغَيۡبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجۡتَبِىۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ

ترجمہ: "اور اللہ تمہیں غیب کی باتوں پر مطلع نہیں کرے گا بلکہ (اس مقصد کے لیے) اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔"(سورہ آل عمران آیۃ ۱۷۹)

۲۔شقّ الصدر کا واقعہ: AIOUبی اے "سیرت طیبہ" یونٹ ۲ ص ۶۳ / بی اے اسلامیات لازمی،ی ۶ ، ص ۱۵۷

تجزیہ

اس واقعہ سے قلب رسول ﷺ کو ناپاک اور آلودگیوں سے بھرپور دل قرار دینا لازم آتا ہے۔

جو کہ قرآنی تعلیمات (عصمت انبیا) کے منافی ہے۔

۳۔ورقہ بن نوفل کاواقعہ : متعدد کتابیں سمیت AIOU BAسیرت طیبہ: ص۹۴،۹۳ باب بعثت نبوی ﷺ کی تفصیل میں:

تجزیہ

اس متنازعہ اور تشنہ تحقیق واقعے کے ذریعے رسالت محمدیﷺ کو مشکوک اور اسلام کو ایک مسیحی عالم کے مرہون منت قرار پاتا ہے۔کیا رسول اللہ ﷺ اپنی نبوت سے متعلق مسیحی عالم جتنا بھی آشنا نہیں تھے؟

۴۔رسول اللہ ﷺ کی نماز قضا ہونا: BA AIOU،'' اسلامیات اختیاری''، یونٹ ۱۰، ص ۵۰۴، ایڈیشن ۲۰۰۴ میں: یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی نمازیں قضا ہوتی تھیں اور جب بلال اذان میں "اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ۔ترجمہ: نماز نیند سے بہتر ہے"۔کہتے تھے تو آپ جاگتے تھے۔

تجزیہ

قرآن رسول کریم ﷺ کی راتوں کی کثرت عبادت سے متعلق یوں ارشاد فرماتا ہے

يٰأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ O قُمِ الَّيلَ اِلاَّ قَلِيلاً نِصفَه اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً (سورہ مزمل آیۃ ۱،۲)

ترجمہ: اے کپڑوں میں لپٹنے والے ☆رات کو اٹھا کیجئے مگر کم ☆آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیجئے۔ مذکورہ واقعہ اِن آیات سے متصادم ہے۔

۳۔خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام، ام المومنین حضرت عائشہ ،صحابہ کرام اور پوری امتِ مسلمہ کی توہین پر مشتمل مواد حتیٰ کہ AIOU، MA التاریخ الاسلامی صفحہ 171 پر اس طرح لکھا گیا ہے جس سے ام المؤمنین اور صحابہ کرام کی توہین لازم آتی ہے اورایک اسلامی مکتبِ فکر کو عبداللہ بن سباء یہودی کی سازشوں کا نتیجہ اور سیاسی گروہ قرار دیا گیا ہے۔

تجزیہ

یہ واقعہ غیر مستند ہے اور قرآن کی متعدد آیات اور متعدد مستند احادیث سے متصادم ہے۔ نیز اولاً عبداللہ ابن سبا کا تذکرہ کتب صحاح ستہ اور کتب اربعہ سمیت دونوں مکاتبِ فکر کی بنیادی کتابوں میں نہیں ہے اور یہ ایک افسانوی شخص ہے۔ثانیاً کیا سارے صحابہ کرام ایک یہودی کے دھوکے میں آگئے تھے، ان میں سے کسی کو بھی یہودیوں کی سازشوں کا علم نہیں تھا؟

۴۔قرآن کو غیر متواتر اور ظنی قرار دینے کی کوشش حضرت ابوبکر کے زمانے میں تدوین قرآن کا واقعہ: متعدد مقامات سمیت AIOU، MA اصول تفسیر ص ۱۵ تا ۱۸، ۹۸، تاریخ افکار علوم اسلامی : ص۴۰، ۵۶، ۵۷ پر لکھا گیا ہے کہ رحلت رسول ﷺ کے وقت قرآن مدوّن نہیں تھا، اس کے نسخے موجود نہیں تھے، زید بن ثابت نے دو صحابیوں کی گواہی پر قرآن کی تدوین کی، سورہ خلع و حفد وغیرہ مطلوبہ گواہی نہ ملنے کی بناء پر قرآن میں شامل نہیں ہوئے۔

تجزیہ و تبصرہ:

مذکورہ بیان سے تحریف قرآن لازم آتی ہے۔مذکورہ دعویٰ نص قرآن

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ

ترجمہ : "اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا یقیناً ہمارے ذمے ہے۔" (سورہ قیامۃ آیۃ ۱۷)

سے متصادم ہے۔ کیا جمعِ قرآن جیسے اہم اور بنیادی امر کو رسول اللہ ﷺ امت پر چھوڑ کر گئے تھے؟

جبکہ حفاظت قرآن اس کے جمع و تدوین کی صحت پر موقوف ہے۔

۵۔اکثر اہل اسلام کے بعض بنیادی عقاید مثلًا انبیاء کرام اور اولیاء اللہ سے متعلق توسل، شفاعت، زیارت وغیرہ کو غیر شرعی قرار دینے سے متعلق بلا تحقیق اور بلا دلیل تبصرے: تفصیل ملاحظہ ہو: AIOU، انٹرمیڈیٹ، اسلامیات لازمی، یونٹ ا ، ص ۱۳ حتیٰ کہ MA اسلامیات PU فہم الحدیث میں نعیم صدیقی '' کفارہ اور شفاعت کا غلط مفہوم '' کے زیر عنوان رقمطراز ہیں: ا۔''قرآن مجید نے کفّارہ، غیر اللہ کے اختیار، مغفرت اور بت پرستانہ طریقہ اور شفاعت کے عقائد باطلہ کی ہر طرح تردید کی اور بتایا کہ یہ اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں بلکہ سب اس کی عظمت اور جلال کے سامنے عاجز اور درماندہ ہیں''

۲۔حوالہ سابق ص ۲۴۷ پر'' قبر پرستی اور یادگار پرستی'' کے زیر عنوان لکھا ہے: '' شرک کا ایک بڑا ذریعہ قبر پرستی اور یادگار پرستی ہے لوگ قبروں اور یادگاروں کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں سالانہ مجمع کرتے ہیں دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں۔ قبروں پر مسجد بناتے ہیں منتیں مانتے ہیں، نذریں چڑھاتے ہیں''

تجزیہ و تبصرہ

مصنف نے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ سے شفاعت ، توسل، ان کی زیارت وغیرہ سے متعلق صرف اجمالی دعویٰ کیا ہے اور كَلِمَةُ الحَقِّ یُرَادُ بِهِ الْبَاطِلُ سے کام لیا ہے۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک شفاعت، توسل اور غیر اللہ کے اختیار وغیرہ سے متعلق جو تصور پایا جاتا ہے وہ اس طرح نہیں ہے جس کا مصنف نے زعم کیا ہے۔

ان تمام امور میں غیر اللہ کی حیثیت ہرگز استقلالی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی برگزیدہ ہستیاں اپنے کمالِ بندگی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص مرتبہ، فیوضات، شفاعت اور تسخیر کائنات کی اہل ٹھہرتی ہیں ان سے

اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ برکات کا توسل، استشفاع کرتے ہیں۔نہ کہ اللہ کے مقابلے میں ان سے مانگتے ہیں۔ وہ اللہ ہی کے اذن سے شفاعت کرتے ہیں۔قرآن بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۵)

ترجمہ: "کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور سفارش کرسکے۔"

مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ (سورہ یونس آیت ۳)

ترجمہ: "اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔"

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ (سورہ مائدہ آیۃ ۳۵)

ترجمہ: "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف (قربت کا) ذریعہ تلاش کرو۔"

۶۔فقدانِ تحقیق اور عصبیت کے شواہد

AIOU، B.Ed، اسلام، پاکستان اور جدید دنیا، یونٹ ۶ ، ص ۲۵۲ ملاحظہ ہو: حتی کہ ا۔MA اسلامیات PU دعوۃ و ارشاد، ایس ایم شاہد، ص ۴۴۶، ۴۴۷ پر ''دعوت اور مہدویت '' کے زیر عنوان شیعوں پر اس طرح افتراء باندھنے کی کوشش کی ہے: ''اور شیعہ کا خیال ہے کہ مہدی منتظر محمد بن علی بن ابی طالب ہیں جن کا لقب حنفیّہ ہے اور جب وہ فوت ہو گئے تو انہوں نے کہا روپوش ہو گئے اور عنقریب آخری زمانے میں واپس آئیں گے۔''

تجزیہ و تبصرہ

مذکورہ شخص کی امامت اور ظہور کا دنیا میں کوئی قائل ہی نہیں ہے۔اور عقیدہ مہدویت صرف شیعوں کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ نظریہ مہدویت سے متعلق ایم اے سطح کے نصابِ تعلیم میں اس طرح کے بلا تحقیق مواد لمحہ فکریہ ہے۔

۲۔MA اسلامیات PU تفہیم الفقہ (تنویر بخاری، گروہ محققین) ص ۱۹۲ پر دبستان فقہ جعفری کے ضمن میں'' اشاعت مذہب ''کے زیر عنوان رقمطراز ہیں: '' شیعہ حضرات کا سب سے بڑا فرقہ یہی اثنا عشری ہے۔امامیہ کی تعداد ایران میں ۷۰ لاکھ، ہندو پاک میں تقریباً ۵۰ لاکھ عراق میں ۱۵ لاکھ، لبنان میں ایک لاکھ ۴۶ ہزار اور شام میں گیارہ ہزار ہے ''

تجزیہ و تبصرہ

ایم اے سطح کے نصاب میں اتنی واضح غلطی؟ حالانکہ شیعوں کی آبادی پاکستان میں ۳۰ فیصد، ایران میں ۹۰ فیصد سے زائد، عراق میں ۷۵ فیصد آبادی ہے۔اور ایک اندازے کے مطابق دنیا کی مسلم آبادی کا چوتھا حصہ شیعہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

۳۔MA اسلامیات PU، دعوۃ و ارشاد، مصنف: ایس ایم شاہد، ص ۴۴۰ ، ۴۴۱ پر یہ بھی ملاحظہ ہو۔''بدعت اور اس کی جنگ '' کے ضمن میں رقمطراز ہیں:'' اور حدیث میں بدعت کا دخول اور حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق حدیث کے وضع کرنے کا مقصد یا تو ترغیب و ترہیب ہے یا تشیع کے قصد سے اسے وضع کیا گیا ہے۔''آگے وضع حدیث کی وجہ یوں لکھتاہے: ''اور شیعہ نے اس لئے احادیث وضع کی ہیں کہ بنی امیہ سے حکومت کو واپس لینے کے لئے ان سے حجت پکڑیں اور شیعہ کے لئے احادیث وضع کرنے والا سب سے مشہور آدمی عبداللہ ابن سبا یہودی ہے جو اسلام کے لئے دل میں خباثت پوشیدہ رکھتا تھا اور بظاہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پیروکار بنا ہوا تھا اور لوگوں کو آپ کی نبوت اور الوہیت کے اعتقاد کی طرف دعوت دیتا تھا''

تجزیہ و تبصرہ

اہل تحقیق عبد اللہ ابن سبا جیسی افسانوی شخصیت کی حقیقت سے آشنائی کے لیے محقق عصر سید مرتضیٰ عسکری کی تین جلدوں پر مشتمل شہرہ آفاق کتاب ''عبد اللہ ابن سبا'' (اردو ترجمہ) کا مطالعہ کریں۔اہل علم پر مخفی نہیں کہ وضع احادیث میں بنو امیہ پر سبقت کوئی نہیں لے سکا ہے، شیعہ مسلمانوں کی جانب وضع حدیث کی نسبت دینا صرف دعویٰ بلا دلیل ہے۔

۷۔اہل بیتؑ رسول ﷺ سے انحراف

قومی تعلیمی نصاب میں ابتدائی سطح سے آخری مراحل تک اہل بیت رسول ﷺ اور ان کے پیروکاروں کی دینی، علمی، سیاسی اور معاشرتی منزلت اور خدمات کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ یا تو ان کی کوئی منزلت اور خدمات ہی نہیں ہیں اور اگر کچھ ہیں تو نعوذ باللہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں جو قابل بیان نہیں۔ تفسیر، حدیث، تاریخ، سیرت، فقہ اور دیگر علمی، سیاسی اور معاشرتی غرض تمام میدانوں میں ائمہ اہل بیت اور ان کے پیروکاروں کی خدمات کو مکمل نظر انداز کیا گیا ہے۔

حتی کہ بی اے اسلامیات PU کے نصاب کے مطابق پروفیسر غلام رسول سمیت گروہ مصنفین کی لکھی ہوئی کتاب تنویر الاسلام سال چہارم حصہ تاریخ اسلام کے باب تاریخ بنو امیہ ص ۴۵۷ پر یزید ملعون کو بے گناہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے'' اہل بیتؑ کا سفر شام'' کے زیر عنوان لکھتا ہے '' جب یہ قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو اس کو یہ کیفیت دیکھ کر بہت رنج ہوا آنکھوں سے آنسو بھر آئے۔ عراقیوں سے کہا ''تم نے کیا کیا ؟ میں تمہاری اطاعت سے حسینؑ کو قتل کئے ہوے بغیر بھی راضی تھا۔ابن زیاد پر اللہ کی لعنت میں اگر اس کی بجائے ہوتا تو در گزر سے کام لیتا'' آگے لکھتا ہے '' چندن عزت و احترام کے ساتھ اہل بیت کو مہمان رکھ کر دیانتدار اور نیک آدمی کے ہمراہ عزت و احترام کے ساتھ ان کو مدینہ پہنچا دیا۔''

تبصرہ

اسلام کے تحفظ، دفاع اور ترویج نیز حق کو باطل کی آمیزش سے بچانے کی خاطر ائمہ اہل بیت خصوصاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی بے مثال قربانیوں کی وجہ سے آج اسلام زندہ ہے وگرنہ یزید کا یہ جملہ آج بھی تاریخی کتابوں میں موجود ہے کہ

"لَعِبَتْ بَنُوْهَاشِمِ بِالْمُلْكِ فَلا مَلَكٌ جآءَوَلا وَحْيٌ نَزَلَ"

یعنی: "بنو ہاشم نے اقتدار کے لیے ڈھونگ رچایا تھا نہ کوئی فرشتہ نازل ہوا ہے اور نہ کوئی وحی آئی ہے"

یہیں سے یزید اور بادشاہان وقت کے مذموم عزائم واضح ہو جاتے ہیں اور اب یزید کی وکالت کی لاکھ کوشش کی جائے تاریخ کے اوراق سے اس کے سیاہ کارنامے نہ مٹ سکیں گے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے   اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

فرقہ وارانہ، متنازعہ اور منافرت پر مبنی نصابِ تعلیم کے اسباب اور خطرناک اثرات

اسباب: (Cuases)

پاکستان میں مذہبی رواداری پر مبنی پرامن فضا کو خراب کرنے والے عناصر کے پیچھے مندرجہ ذیل عوامل ہو سکتے ہیں۔

ا۔ جہالت:

اسلامی تعلیمات کے حقیقی اور آفاقی پہلوؤں سے ناآشنائی کے نتیجے میں نصاب ساز حضرات اسلامی تعلیمات سے متعلق جہالت پر مبنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔اسی طرح دوسرے مکاتبِ فکر کی تعلیمات سے ناآشنائی بھی متنازعہ مواد کے نصاب میں شمولیت کا سبب بنتی ہے۔

۲۔ عصبیت:

قلمکار تحقیق کے لیے اپنے مسلک کے خول سے باہر نکلنے کی بجائے اسلامی تعلیمات کو اپنے مسلک کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں اور انہیں اپنے مسلک کے ترازو میں تولتے ہیں۔صرف اپنے مسلک کو اسلامی تعلیمات کا حقیقی ترجمان سمجھ کر دوسرے مکاتبِ فکر کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھنے لگتے ہیں۔

۳۔ فقدانِ تحقیق:

نصابِ سازی اپنی انتہائی اہمیت کے سبب تحقیق کی متقاضی ہے۔جب نصاب ساز حضرات مواد کو بلا تحقیق نصاب میں شامل کرنے لگتے ہیں تو اس کے نتائج متنازعہ صورت میں ہی نکلتے ہیں۔

۴۔بے توجہی:

نصابِ تعلیم جیسے اہم، مؤثر اور بنیادی ذریعے سے پاکستان میں فرقہ واریت کو فروغ دیا جارہا ہے لیکن اس خطرناک سلسلے کو روکنے کے لیے علمائے کرام اور دانشور حضرات اور قومی یکجہتی کے نعرے بلند کرنے والے ادارے کوئی جامع اور مؤثر انداز میں حکمت عملی اختیار نہیں کر رہے ہیں۔ان کی ایسی بے توجہی اس خطرناک سلسلے کو مزید مؤثر انداز میں فروغ دینے کا سبب بن رہی ہے۔

۵۔بیرونی عناصر:

استعماری طاقتیں اپنے مذموم عزائم کے حصول کے لیے اپنی روش کے مطابق شیعہ سنی فسادات کو مؤثر اور غیر محسوس انداز میں ہوا دے رہی ہیں۔نصابِ تعلیم میں متنازعہ مواد کو شامل کرنا بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

منفی اثرات: (Effects)

ا۔استحکام پاکستان کو خطرہ:

ملکی استحکام اور سلامتی داخلی امن میں مضمر ہے۔نصاب تعلیم کے ذریعے متنازعہ اور فرقہ وارانہ مواد کی تعلیم کی وجہ سے طلبہ میں ملی یکجہتی کا تصور ختم ہو سکتاہے۔جو کہ یقینا قومی سلامتی کے لیے خطرہ ہے۔

۲۔اتحاد امت کو خطرہ :

فرقہ وارانہ اور مسلمانوں کے درمیان متنازعات کی تعلیم سے اتحاد امت کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی آفاقی تعلیمات کو نظر انداز کرکے مسلکی ترجیحات کی اگر تعلیم دی جائے تو اتحاد امت کا ہدف کاحاصل کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

۳۔ نا انصافی:

موجودہ نصاب جس میں ایک اسلامی مکتب فکر کو مکمل نظر انداز کیا گیا ہے اور اس کی بنیادی تعلیمات پر بلا تحقیق منفی تبصرے کیے گئے ہیں۔یہ عمل ایک اسلامی مکتبِ فکر کے ساتھ واضح نا انصافی ہے۔

۴۔دین سے تنفر:

صرف ایک مکتبِ فکر کو نصاب کا حصہ بنا یا جانا بعض طلبہ کو ان کے اپنے مکتب کی تعلیمات سے دور کرتا ہے۔اور جب ان پر دوسرے مسلک کی تعلیمات ٹھونس دی جاتی ہے تو وہ پریشان اور مذہب سے متنفر ہوتا ہے۔مزید بر آں مسلمان طلبہ کو دوسرے اسلامی مکتبِ فکر سے متعلق بلا تحقیق اور بے بنیاد پروپیگنڈوں کی تعلیم کے ذریعے دوسرے مکتبِ فکر سے متنفر کرتا ہے۔

۵۔فرقہ واریت

پاکستان میں پچھلی کئی دہائیوں سے مسلمانوں کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ نہیں ہیں۔مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا مسلسل بے دریغ قتل ہو رہا ہے، قیمتی قومی شخصیات (جید علماء کرام، اساتذہ، پروفیسرز، سیاستدان، آفیسرز، ڈاکٹرز، انجینئیرز، ججز، وکلاء، تاجر اور زندگی کے دیگر شعبوں سے وابستہ افراد) کی مسلک کی بنیاد پر ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے، ہزاروں افراد زخمی ہیں، ہزاروں معصوم بچے یتیم ہو رہے ہیں، سینکڑوں گھر اجڑ رہے ہیں، معاشرتی امن و سکون تباہ ہو رہا ہے اور قومی اور نجی املاک کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچ رہا ہے۔

پاکستان میں جاری فرقہ واریت، مذہبی دہشت گردی، مسلمانوں ہی کے ہاتھوں مسلمانوں کے بے دریغ قتل و غارت، عبادت گاہوں کی بے حرمتی، فتنہ پرور ملاؤں کی فتنہ انگیزیوں کی کامیابی میں نیز ایک فرقے کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر دوسرے مسلمانوں کی مجرمانہ خاموشی میں یہ درسی کتابیں بھی مؤثر کردار کی حامل رہی ہیں کیونکہ مذہبی رواداری اور تحقیق سے عاری یہ نصاب ہماری نسلوں کے ذہنوں، کردار، گفتار اور افکار پر منفی اور فرقہ وارانہ اثرات چھوڑ رہا ہے۔چونکہ نصابِ تعلیم دیگر ذرائع ابلاغ کی نسبت بہت زیادہ مؤثر

ہوتا ہے اس لیے اسی مؤثر ذریعے سے پاکستان میں فرقہ واریت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔لہٰذا فرقہ واریت کے بنیادی اسباب میں سے ایک انہی درسی کتابوں میں موجود مذہبی رواداری اور تحقیق سے عاری مواد بھی ہے۔

متنازعہ نصابِ تعلیم کے خلاف اٹھنے والی تحریکیں

شکایت ہے مجھے یا رب ! خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

فرقہ وارانہ اور متنازعہ نصابِ تعلیم کوئی علاقائی مسئلہ ہرگز نہیں ہے۔یہ مکتب تشیع کامسئلہ ہے بلکہ اتحاد امت اور استحکام پاکستان کا مسئلہ ہے۔ملت کے قائدین نے ہر دور میں اپنی بساط کے مطابق اس ریاستی ناانصافی کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔فرقہ وارانہ، متنازعہ اور مذہبی رواداری سے عاری نصابِ تعلیم کے مسئلہ پر مختلف ادوار میں اہل تشیع اپنے آئینی مطالبات اربابِ اقتدار کو پیش کرتے رہے ہیں۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

ایسے حالات میں فرقہ واریت کے بنیادی اسباب کی تلاش ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے۔قومی نصاب تعلیم کو اہل تشیع یکطرفہ قرار دیتے ہیں۔اور ملک میں مذہبی راداری پر مبنی نصابِ تعلیم کے لیے انہوں نے مختلف ادوار میں تحریکیں چلائی ہیں۔

۱۔۱۹۶۵ئ میں علامہ سید محمد دہلوی نے تحریکِ نصاب کا آغاز کیا اور اس تحریک کے نتیجے میں کراچی یونیورسٹی میں شیعہ طلبہ کے لیے الگ نصاب کا اجراء کیا گیا۔

۲۔جنرل ضیاء الحق دور حکومت میں قائدِ ملتِ جعفریہ مفتی جعفر حسین کی کوششوں کے نتیجے میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور نے جماعت نہم و دہم سطح پر دونوں مکاتبِ فکر کے طلبہ کے لیے الگ الگ اسلامیات کا مضمون متعارف کیا۔

۳۔قائد ملت جعفریہ شہید علامہ عارف حسین الحسینی بھی غیر متنازعہ نصاب تعلیم کے نفاذ کے لیے سرگرم رہے۔

۴۔نصاب کی اصلاح کے لیے جب تجاویز، مطالبات، مذاکرات کے با وجود حکومت کی جانب سے کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آیا تو داعی اتحاد بین المسلمین شہید علامہ سید ضیاء الدین رضوی نے دین اسلام کے نام پر اس غیر اسلامی جانبداری اور تعصب (جو اتحادِ امت اور قومی سلامتی کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا موجب ہے) کے خلاف بھر پور آواز اٹھائی۔اور پاکستان میں مذہبی رواداری اور احترام پر مبنی اور سب شہریوں کے لیے قابل قبول نصابِ تعلیم کے نفاذ کے لیے جد و جہد کی۔

اگرچہ انہیں کسی طرف سے بھی مطلوبہ تعاون حاصل نہیں ہوا لیکن انہوں نے پھر بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور اپنے پورے وسائل اور توانائیاں صرف کر کے اس مسئلے کو سیاستدانوں، حکمرانوں، ماہرین تعلیم اور میڈیا کے سامنے اجاگر کیا اور اس کی حساسیت، اثرات اور نتائج سے متعلق شعور اجاگر کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے تعلیمی پالیسی میں ایک بار پھر اس بات کو واضح کر دیا کہ نصاب میں متنازعہ اور فرقہ وارانہ مواد شامل نہیں ہو گا لیکن آج تک نصاب سازی کے مراحل میں متعلقہ واضح فیصلوں پر عمل در آمد نہیں ہو سکا۔

۵۔اہل تشیع کے موجودہ قائدین بھی مذہبی رواداری پر مبنی غیر متنازعہ نصاب تعلیم کے نفاذ کے لیے کوشاں ہیں۔

سینے میں رہے رازِ ملوکانہ تو بہتر — کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو — ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب — سونے کا ہمالہ ہے تو مٹی کا ہے ایک ڈھیر

مسئلہ نصاب کی راہ حل

(الف) ثانوی سطح کی نصاب سازی کے دوران حتی الامکان کوشش کی جائے کہ مشترک تعلیمات کو نصاب میں شامل کیا جائے البتہ اختلافی مگر ضروری تعلیمات کو بھی شامل کیا جائے تاہم ان کے سامنے توضیحی اشارے دیئے جائیں اور اہل تشیع و تسنن دونوں کا نظریہ مستند حوالوں کے ساتھ درج کیا جائے۔

(ب) اعلیٰ تعلیم، تحقیق اور تخصص کے مراحل (یونیورسٹی ایجوکیشن) میں دونوں مکاتبِ فکر کو یکساں تعلیم کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ یعنی طلبہ کو اختیار اور موقع میسر ہو کہ وہ جس مکتبِ فکر کی تعلیم حاصل کرنا چاہیں کر سکیں۔ یا موضوعات کی تقسیم بندی کی جائے اور مشترک اور اختلافی مباحث کو جدا کر کے مشترکات کو لازمی مضامین اور اختلافی مباحث کو اختیاری مضامین کے طور پر نصاب میں شامل کیا جائے۔ مثلاً مشترک احادیث، مشترک عقائد اور مشترک فقہ کو لازمی حیثیت سے جبکہ علوم قرآن و تفسیر، علوم حدیث، فقہ ، اصول فقہ، کلام، تاریخ و سیرت وغیرہ میں سے اختلافی موارد کا تحقیق پر مبنی دونوں مکاتبِ فکر کا تقابلی مطالعہ کرایا جائے۔

قومی سلامتی کے تحفظ و استحکام اور پاکستان میں مذہبی رواداری کے فروغ کے لئے سب سے بہتر اور پائیدار راہِ حل یہی نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس طرح قومی نصابِ تعلیم دونوں اسلامی مکاتبِ فکر کا ترجمان ہو گا۔ دونوں مکاتبِ فکر کے نظریات اور احکام سے آشنائی کے نتیجے میں طلبہ میں اندھے تعصّبات اور ایک دوسرے کے خلاف منفی خیالات کی بجائے مذہبی رواداری و بھائی چارگی اور تحقیق کی فضا پروان چڑھے گی۔ جو کہ علمی وسعتِ نظری کا باعث ہو گی۔

متنازعہ نصابِ کے حل کے لیے لائحہ عمل

متنازعہ نصابِ تعلیم کے مسئلے کو حل کرنے کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔

ا۔ مفاہمتی اور سیاسی طریقہ

قومی سلامتی اور استحکام کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ پاکستان میں داخلی طور پر امن اور یکجہتی کی فضا قائم رہے۔ چونکہ متنازعہ نصاب تعلیم قومی سلامتی اور استحکام کے لیے ایک چیلنج ہے لہٰذا مختلف سیاسی پلیٹ فارمز سے حکومت، وزارتِ تعلیم اور تعلیمی اداروں کے ذمہ دار سربراہان کے ساتھ مفاہمت اور مذاکرات کے ذریعے اس مسئلے کو حل کیا جائے۔

۲۔ قانونی و عدالتی طریقہ

اولاً پاکستان کے ہر شہری کو اس کے مذہب کے مطابق تعلیم کابنیادی آئینی حق حاصل ہے۔اس حق سے محروم افراد اپنے آئینی حق کے لیے عدلیہ کے دروازے پر دستک دے سکتے ہیں۔ثانیاً پاکستان کی اسلامی بھائی چارگی اور مذہبی رواداری پر استوار پُر امن فضا کو خراب کرنے کی سازش کرنے والے مجرم افراد کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جا سکتا ہے۔

۳۔آگاہی عامہ کا طریقہ

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر پریس کانفرنس، تقاریر، سیمینارز نیز ذمہ دار اداروں کے عہدہ داراں، تجزیہ نگاروں، ایڈیٹروں کو خطوط اور اخبارات و رسائل میں مضامین کے ذریعے رائے عامہ کو ہموار کیا جائے اور اس ریاستی نا انصافی سے متعلق عوام میں زیادہ سے زیادہ شعور اجاگر کیا جائے اور Awareness Compaignاور رائے عامہ کی طاقت سے اس مسئلے کو حل کرایا جائے۔مثلاً پاکستان کے پانچ کروڑ مؤمنین میں سے صرف ایک لاکھ مؤمنین روزانہ وفاقی وزارت تعلیم یا وزارت عظمیٰ کو ایک ہفتہ مسلسل اس مسئلے کے حل کے لیے خطوط لکھیں، اخبارات اور رسالوں کے ایڈیٹروں کو خطوط لکھیں تو یہ مسئلہ اسی حساب سے جلد ہو جائے گا۔

حکومت کی حقیقی ذمہ داری

1. ہر شہری کو حاصل اس کے مذہب کے مطابق تعلیم کے آئینی حق کو ہر شہری تک پہنچانا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔لہٰذا تمام تعلیمی، تحقیقی اور تربیتی اداروں میں دونوں مکاتبِ فکر کی یکساں تعلیم دی جائے۔
2. تمام قومی اشاعتی ادارے دونوں مکاتبِ فکر کی تعلیمات کو یکساں طور شائع کریں۔
3. قومی نشریاتی ادارے، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا قومی سلامتی کے تحفظ اور پاکستان میں پائیدار بنیادوں پر استوار مذہبی رواداری اور اتحاد بین المسلمین کی فضا کو قائم کرنے اور قوم کو فرقہ واریت

کی لعنت سے نجات دلانے کے لیے دونوں مکاتبِ فکر کے علماء اور سکالرز کو یکساں مواقع فراہم کریں تاکہ مسلمان ایک دوسرے سے فکری، علمی اور عملی میدان میں قریب آ سکیں۔

4. تمام قومی مذہبی ادارے اپنے تمام امور میں دونوں مکاتبِ فکر کے ساتھ یکساں سلوک کریں۔

قابل غور سوالات؟

پاکستان میں پائیدار بنیادوں پر استوار مذہبی رواداری کے فروغ کی خاطر پیش کردہ یہ تجاویز و مطالبات کیا اسلامی تعلیمات، آئین پاکستان اور تعلیمی پالیسیوں کے منافی ہیں؟

پاکستان میں قومی سلامتی اور مذہبی رواداری کے بر خلاف تعلیم آخر کیوں دی جارہی ہے؟

آخر کیوں مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضا کو خراب کیا جارہا ہے؟

پاکستان میں آئین، تعلیمی پالیسیوں کے خلاف اور مصورِ قوم اور بابائے ملت کی آرزؤں سے متصادم نصابِ تعلیم (فرقہ وارانہ) کیوں پڑھایا جارہا ہے؟

وہ کون ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں ہی مسلمانوں کے بے دریغ قتل و غارت گری کی سازش کر رہا ہے؟

حکومت کے لیے تجاویز

1) خود مختار پاکستان کا قیام و استحکام اور ترقی دونوں مکاتبِ فکر کے پیروکار مسلمانوں کی مشترکہ جد و جہد کا ثمر ہے، لہٰذا دونوں مکاتبِ فکر کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہیے۔

2) ہر شہری کو اس کے مذہب کے مطابق تعلیم کے آئینی حق کو ہر شہری تک پہنچانا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔

3) نصاب سازی کے دوران دونوں اسلامی مکاتبِ فکر کے علمی ورثے سے بلا امتیاز بھرپور استفادہ کیا جائے۔

4) "ہائر ایجو کیشن کمیشن "بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سمیت تمام جامعات کے شعبہ اسلامیات میں دونوں مکاتبِ فکر کی یکساں تعلیم کے مواقع پیدا کریں۔

5) حکومت قومی سطح پر اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم کے ایسے ادارے کھولے جہاں دونوں مکاتبِ فکر کی یکساں تعلیم دی جائے اور اسلامیات کے موجودہ تخصصی اور تربیتی اداروں میں دونوں مکاتبِ فکر کی یکساں تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

6) ثانوی سطح تک کی نصاب سازی میں اسلامیات کی نصاب سازی کی نگرانی کیلئے دونوں مکاتبِ فکر کے جید و مستند علماء اور سکالرز کی کمیٹی موجود ہو۔

7) تعلیمی اداروں اور پبلک لائبریریوں میں گرانقدر کتابیں بلا امتیاز تحقیق اور مطالعے کی غرض سے مہیا کی جائیں۔

8) قومی تحقیقی و اشاعتی اداروں میں تعصّبات سے بالا تحقیق کے مواقع پیدا کئے جائیں اور دونوں مکاتبِ فکر کی گرانقدر کتابوں کو بلا امتیاز شائع کیا جائے۔

9) سِول اور عسکری محکموں کی نگرانی میں چلنے والے تعلیمی و تربیتی اداروں کے درسی، داخلے اور مقابلے کے امتحانات (جیسے ISSB CSS ,) کے علاوہ بھر تیوں کے امتحانی مواد کو بھی مذہبی رواداری کی بنیاد پر تیار کیا جائے۔

10) جو سرکاری ادارے (بورڈز، یونیورسٹیاں) مدارس کے طلبہ کے لیے درس نظامی پر مشتمل کورسز پیش کرتے ہیں ان میں دونوں بنیادی مکاتب فکر (شیعہ، سنی) کے مدارس کے نصاب کو یکساں شامل کیا جائے۔

11) اسلامیات کے مضامین کے لیے نصابی خاکہ کے مطابق عام مصنفین کی کتابوں کے اجراء کی بجائے خود حکومت دونوں مکاتبِ فکر کے جید اور مستند علماء و دانشور حضرات کے تعاون سے غیر متنازعہ نصابی کتابیں تیار کرے۔

12) نیم سرکاری اور نجی اداروں میں اسلامیات کی نصابی کتابوں کو مذہبی رواداری کے مطابق بنانے کے لیے حکومت جامع حکمت عملی تیار کرے۔

13) حکومت 26 اپریل 2005ء کو متنازعہ نصاب سے متعلق وزیر اعظم سیکریٹریٹ اسلام آباد میں متنازعہ نصابِ تعلیم سے متعلق وفاقی وزیر تعلیم کی صدارت میں ہونے والے خصوصی اجلاس کے فیصلوں پر جلد از جلد اور مکمل عملدر آمد کرائے۔اگر تمام قومی ذمہ دار ادارے میڈیا، نصابِ تعلیم، لٹریچر، سیمینارز، کانفرنسز اور دیگر تمام ذرائع ابلاغ سے وحدت و اخوتِ اسلامی کو قوی، مستحکم اور عام کریں تو امید ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف پھیلائی گئ استعماری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی اور مسلمان پھر سے اسلامی اخوت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مشترک دشمن کی سازشوں کو ناکام بنائیں گے۔اور متحد، سربلند، ہمدرد اور مستحکم قوم بن کر دنیا کی قیادت سنبھالنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

نجی اداروں، تنظیموں، شخصیات، اساتذہ اور طلبا کے لیے تجاویز

1. تمام نجی تعلیمی، تحقیقی اور تربیتی اداروں میں مذہبی رواداری پر مبنی دونوں بنیادی مکاتبِ فکر سے ہم آہنگ نصاب کی تعلیم دی جائے۔
2. تمام نجی اشاعتی و تحقیقی ادارے دونوں مکاتبِ فکر کی تعلیمات کو یکساں شائع کریں۔
3. نجی نشریاتی ادارے، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا قومی سلامتی کے تحفظ اور پاکستان میں پائیدار بنیادوں پر استوار مذہبی رواداری اور اتحاد بین المسلمین کی فضا کو قائم کرنے اور قوم کو فرقہ واریت کی لعنت سے نجات دلانے کے لیے دونوں مکاتبِ فکر کے علماء اور سکالرز کو یکساں مواقع فراہم کریں۔
4. تمام نجی مذہبی ادارے اپنے تمام امور میں دونوں مکاتبِ فکر کے ساتھ رواداری کا سلوک کریں۔ اور ایک دوسرے کے خلاف بلا تحقیق و بے بنیاد الزام تراشیاں اور اتہامات کا سلسلہ بند کریں۔
5. تمام تعلیمی اداروں/ سماجی/ سیاسی / مذہبی تنظیموں اور با اثر شخصیات پورے ملک سے ہر سطح پر تمام تعلیمی اداروں میں مذہبی رواداری اور احترام پر مبنی نصابِ تعلیم کے نفاذ کے لیے عملی کوشش کریں۔

6. میڈیا، نصابِ تعلیم اور مذہبی امور میں قومی سطح پر کی جانے والی مذہبی جانبداری اور فرقہ وارانہ کوششوں پر خاص نظر رکھیں اور ان کو بر وقت روکیں۔
7. ایسے تحقیقاتی ادارے اور عمومی لائبریریز قائم کیے جائیں جہاں دونوں مکاتبِ فکر کے علمی ورثے میں آزاد تحقیق کے مواقع ہوں۔
8. دینی مدارس میں دونوں مکاتبِ فکر کے علمی ورثے تک رسائی کو ممکن بنا کر باہمی تحقیقی اور تعلیمی تعاون کا سلسلہ شروع کیا جائے۔اور مشترکہ تحقیقات کو شائع کیا جائے اور دونوں مکاتب کو سامنے رکھتے ہوئے مذہبی رواداری کی بنیاد پر تمام مدارس میں مشترکات کی لازمی تعلیم جبکہ اختلافی (مسلکی) مباحث کی تحقیق پر مبنی تقابلی تعلیم (اختیاری) کا سلسلہ شروع کیا جائے۔اس طرح تمام مدارس کا نصابِ تعلیم یکساں اور ہر مکتبِ فکر کے لیے قابل قبول بھی رہے گا۔یوں دینی مدارس پاکستان میں مذہبی رواداری کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکیں گے۔
9. علماء کرام اور سکالرز پاکستان میں پائیدار مذہبی رواداری کے فروغ کے لیے منظّم و مؤثر انداز میں اقدامات شروع کریں۔اور قومی سطح پر وحدت کانفرنس اور سیمینارز کا انعقاد کریں۔
10. اساتذہ کرام مذہبی رواداری کی تعلیم کے لیے دونوں مکاتبِ فکر کے مستند لٹریچر کا مطالعہ کریں تاکہ اختلافی مباحث کو درست بیان کر سکیں۔
11. باصلاحیت طلباء سے استدعا ہے کہ حقیقی معارفِ اسلام کے بحرِ بیکراں میں خود بھی غوطہ زن ہوں اور ان پر عمل کے ساتھ ساتھ ان کے تحفظ، دفاع اور ترویج کی خاطر اسلامیات اور اس پر اثر انداز ہونے والے مضامین (ایجوکیشن، فلسفہ وغیرہ) میں اعلیٰ تعلیم (ڈاکٹریٹ) کے لیے منظّم اور جامع انداز میں آگے بڑھیں تاکہ اس سلسلے میں موجود قحط الرجالی کو ختم کیا جاسکے اور کسی کو پاکستان کی سلامتی و اسلامی اخوت کے ساتھ کھیلنے کا موقع نہ ملے۔

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

12. پروفیسر اور ڈاکٹر حضرات سماجی علوم میں اعلیٰ تعلیم کے مراحل میں طلبہ کیلئے رہنمائی اور مشاورت کی خدمات فراہم کریں۔

13. تمام اشاعتی و نشریاتی ادارے اپنے علاقے کے اداروں (تعلیمی، تحقیقی، تربیتی اور نصاب ساز) لائبریریوں اور اہم شخصیات کو اتحاد بین المسلمین اور مذہبی رواداری پر مبنی گرانقدر اسلامی لٹریچر مفت دیدیں (Donate کریں) تاکہ تحقیق، تدریس اور نصاب سازی کے مراحل میں ان سے استفادہ کیا جاسکے۔مذہبی ادارے اور تنظیمیں تعلیمی اداروں اور پبلک مقامات پر مذہبی رواداری پر مبنی لٹریچر کے سستے میلوں کا اہتمام کریں۔

یاد رہے! جب تک تحقیقی، تعلیمی اور تربیتی مراکز اتحاد بین المسلمین، مذہبی رواداری و اسلامی بھائی چارگی اور تحقیق پر مبنی گرانقدر لٹریچر سے بھر نہ جائیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات لوگوں تک پہنچ نہ جائیں اس وقت تک مثبت اور پائیدار تبدیلی کی امید رکھنا سود مند نہیں ہے۔

14. قومی وسائل کے امانتدار ادارے اور صاحب ثروّت افراد سماجی علوم میں اعلیٰ تعلیم کی خاطر طلبہ کے لیے آسان سکالرشپ کا جامع سلسلہ شروع کریں۔چونکہ قوم کی تقدیر افراد کی اعلیٰ و بہتر تعلیم و تربیت سے ہی بدلتی ہے

اس لیے تعمیرات اور سہولیات کی بجائے وسائل زیادہ سے زیادہ افراد کی تعلیم و تربیت اور ہنر سیکھنے پر خرچ کریں۔تاکہ مطلوبہ تعلیم یافتہ، تربیت یافتہ، ماہر اور ہنرمند افراد کی کمی کو پورا کیا جاسکے۔یاد رہے! اگر ہم میں سے ہر ایک نے اپنی اجتماعی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا تو اللہ نہ کرے کہ حکیم الامت کا یہ شعر عملی روپ دھار لے۔

اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی　　　آئیں گے غُسّال کابل سے کفن جاپان سے

اگرہم میں سے ہر ایک اپنی اجتماعی و ملی و دینی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوا اور اسلام و پاکستان کے نظریاتی محاذوں کے دفاع و تحفظ کے لیے آگے بڑھا اور اس پر آشوب دنیا کو حقیقی معارفِ اسلام سے آشنا کرایا تو دنیا میں

مسلمانوں پر ہونے والے ناروا مظالم اور نظریاتی حملوں میں کمی آئے گی، اسلام، پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف پھیلائے گئے بے بنیاد پروپیگنڈوں کے اثرات ختم ہو جائیں گے اور عالمِ اسلام کے لیے عصر حاضر کی اہم ترین ضرورت ''پائیدار بنیادوں پر استوار اسلامی اخوت ، اتحاد اور ہمدردی '' کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویران سے　　　ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

☆☆☆☆☆

قرآنیات

'' قرآن کریم میں قَسموں (OATHS) کی اَنواع '' دوسری قسط

سید عقیل حیدر زیدی المشہدی

قرآن کریم کی قَسموں کے حوالے سے گزشتہ مقالے میں ہم نے ''قرآن کریم میں قَسموں کی اَنواع '' کے عنوان سے گفتگو کا آغاز کیا تھا، لیکن بحث کی طوالت اور جگہ کی کمی کے پیشِ نظر ہم نے اِس بحث کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔''قَسم '' کی اَنواع میں سے ایک نوع '' صریح اور ظاہر قَسم ''کو ہم اپنے گزشتہ مقالہ میں بیان کر چکے ہیں، اِس مقالہ میں ہم قَسم کی دوسری نوع '' غیرِ صریح و مُضمَر قَسم ''اور اُس کی مختلف صورتوں کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

ب : غیرِ صریح و مُضمَر قَسم:

یہ قَسم کی وہ نوع ہے، جو قَسم کے لئے وضع کئے گئے اور رائج اَلفاظ کے بغیر ہوتی ہے، اِس طرح سے کہ قَسم کے اَرکان (یعنی فعلِ قسم ، حروفِ قسم اور مُقسَم بِہ) اصلاً ذکر نہیں کئے جاتے، اور خود تنہا اِس کلام سے معلوم نہیں ہوتا کہ متکلِّم نے یہاں قَسم کھائی ہے، لیکن کلام کا مضمون قَسم کے مقدّر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔(1)

اور اِس طرح کی قَسمیں قرآن کریم میں بہت زیادہ ہیں، جو یقینی طور پر بہت وسیع تحقیق اور جستجو کی نیازمند ہیں ، کیونکہ جہاں بھی کلام میں شدید اور بہت زیادہ تاکید پائی جاتی ہے، جیسے : لامِ تاکید، جب نونِ تاکیدِ ثقیلہ کے ساتھ ہو، تو مفسّرین وہاں پر قَسم کو مقدّر جانتے ہیں، یعنی ایسے تمام موارد میں لفظِ ''وَاللهِ'' تقدیراً موجود ہے۔

لیکن کیونکہ قَسم کی یہ نوع ، قرآن کریم کی صریح اور ظاہری قسموں کی طرح ، شگفت آور، حیرت انگیز اور مختلف پہلوؤں کی حامل نہیں ہوتی، اسلئے ہم نے قَسم کی اِس نوع (غیرِ صریح اور مُضمَر قَسم) کے بارے میں

زیادہ بحث و تحقیق انجام نہیں دی ہے، اور فقط قرآن کریم کی صریح و ظاہری قَسموں کو مورد تحقیق و جستجو قرار دیا ہے۔

'' غیرِ صریح اور مُضمَر قَسَم '' بھی مزید دو صورتوں میں تقسیم ہوتی ہے :

اوّل:

وہ قَسَم ہے، جس پر '' حرفِ لام '' دلالت کرتا ہے ، یہ '' لام '' یاتو حرفِ شرط ''اِنْ '' پر داخل ہوتا ہے ، یا ''قَدْ'' پر اور یا اُس فعلِ مضارع پر داخل ہوتا ہے، جو نونِ تاکیدِ ثقیلہ کے ساتھ ہو ، مفسِّرین تمام اِس طرح کے موارد میں '' قَسَم '' کو مقدّر جانتے ہیں ، جیسے :

لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ۔۔۔ (2)

ترجمہ :"منافقین ، مدینہ کے اہل کتاب سے اظہار ہمدردی اور ہمدلی کرتے ہوئے کہتے تھے ، اگر تمھیں شہر سے نکالا گیا ، توہم بھی تمھارے ساتھ شہر سے نکل جائیں گے ، اور اگر تمھارے ساتھ جنگ کی گئی تو ہم بھی تمھاری نصرت میں جنگ کریں گے اور تمھاری مدد کریں۔"

قرآن کریم نے فرمایا: "وہ اگر نکال بھی دیئے گئے تو یہ اُن کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ ہرگز اُن کی مدد نہ کریں گے "۔

لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ۔(3)

ترجمہ: " یقینا تم کو مال کے ذریعہ آزمایا جائے گا " اور (وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ) (4) " اور وہ یقینا جانتے تھے کہ جو کوئی بھی یہ معاملہ کرے گا ، اُس کا آخرت میں اصلًا کوئی حصّہ نہ ہوگا"۔

اِن تمام آیات سے قَسَم (مُقْسَمٌ بِہٖ) حذف ہوئی ہے ، اور "وَاللّٰہِ" تقدیراً موجود ہے ،اور یہ لام جو کبھی حرف شرط "اِنْ "پر داخل ہوتا ہے ،جیسے : "لَئِنْ "اِس کو " لامِ مُوَطِّئَۃ یا لامِ مُؤَذِّنَۃ "کہتے ہیں ، کیونکہ یہ لام ، سننے

والے کو جوابِ قسم کے لئے آمادہ و تیار کرتا ہے یا یہ اعلان کرتا ہے کہ اِس کے بعد آنے والا کلام ، جوابِ قسم ہے ، نہ کہ جوابِ شرط و جزاء ، اور اِس لام کی وجہ سے جوابِ قسم ، جوابِ شرط (جزاء) سے مشتبہ نہیں ہوتا ہے۔(5)

"محقّق سید رضی الدین استرآبادی " بیان کرتے ہیں : "جس جگہ بھی قَسم حذف ہو اور اُسے مقدّر قرار دیا گیا ہو ، وہاں یہ "لام" جس کو "لامِ مُوَطِّئَہ" کہتے ہیں ، لایا جاتا ہے تاکہ قَسم کے مقدّر ہونے پر دلالت کرے ،ا ور یہ بتائے کہ یہ جواب ، جوابِ قسم ہے نہ کہ مذکورہ شرط کا جواب ، اور یہ ''لام'' وہی ''لامِ تاکید '' ہے کہ جو نونِ تاکیدِ ثقیلہ کی طرح جوابِ قسم پر آتا ہے ، اور کیونکہ یہ دونوں تاکید کا فائدہ دیتے ہیں ، اُسی طرح کی تاکید ، جس کا قَسم بھی فائدہ دیتی ہے ، البتّہ کبھی یہ "لامِ مُوَطِّئَہ " بھی نہیں لایا جاتا ، اِس کے باوجود بھی قسم مقدّر ہوتی ہے ، جیسے :

وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۔(6)

ترجمہ:" اور اگر تم لوگوں نے اُن کی اطاعت کرلی تو تمھارا شمار بھی مشرکین میں ہو جائے گا "

اِس آیت میں اگرچہ حرف شرط "اِنْ" پر "لامِ مُوَطِّئَہ" نہیں آیا ہے، پھر بھی قسم تقدیراً موجود ہے۔(7)

ابن ہشام بھی اس آیت :

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔(8)

ترجمہ:" اگر وہ اپنی اِس گفتار (خداؤں کی تثلیث) سے باز نہ آئے تو اُن میں سے کفر اختیار کرنے والوں کو دردناک عذاب آئے گا "کے مورد میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ جواب ، جوابِ قسم کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے ، اگرچہ حرف شرط پر "لامِ مُوَطِّئَہ " نہیں آیا ہے۔(9)

سوٴال یہ ہے کہ کیوں مفسّرین نے "لامِ مُوَطِّئَة "کے ساتھ " قَسَم " کو مقدّر جانا ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی چند آیات میں " قَسَم " کھانے کی بات ہوئی ہے ، اور اِس "لامِ مُوَطِّئَة " سے پہلے ، خود فعلِ قَسَم یا اُس کا کوئی قائم مقام فعل ذکر نہیں ہوا ہے، جیسے :

وَ أَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ أَیْمَانِھِمْ لَئِنْ جٰآئَھُمْ نَذِیْرٌ لَیَکُوْنُنَّ أَھْدٰی مِنْ اِحْدَی الْاُمَمِ۔ (10)

ترجمہ : " مشرکینِ عرب نے اللہ کی محکم اور پختہ قَسَم کھائی کہ اگر اللہ کی طرف سے اُن کی ہدایت کے لئے ڈرانے والا کوئی پیغمبر آیا ، تو وہ یہود و نصاریٰ کی اُمتّوں میں سے ہر ایک سے بہتر ہدایت پائیں گے "۔

یہ آیت اور اِس کی مانند دیگر آیات میں جملہ "لَئِنْ جٰآئَھُمْ" یا اِس کی مانند کوئی اور جملہ، اِس بات پر گواہ ہے کہ یہ ہی جملہ وہ قَسَم ہے ، جس کو اُنھوں نے قَسَم کے طور پر کھایا ہے۔

دوم:

غیر صریح قَسَم کی دوسری نوع ، وہ قسم ہے کہ جو فعلِ قسم سے مشابہ اَلفاظ کے ساتھ کھائی جاتی ہے ، اور یہ اَلفاظ خواہ اَسماء ہوں یا اَفعال ، فعلِ قَسَم کے قائم مقام قرار پاتے ہیں، نحوی اصطلاح میں اِن اَلفاظ کو ، جن کے ذریعہ قسم کھائی جاتی ہے ، فعلِ قسم کہتے ہیں ، اگرچہ حقیقت میں یہ اَلفاظ ہمیشہ فعل نہیں ہوتے ، بلکہ کبھی اسم ہوتے ہیں اور کبھی فعل ، لیکن کیونکہ زیادہ تر فعل ہوتے ہیں ، اس لئے غالب حکم کو جاری کیا گیا ہے۔(11)

قرآن کریم میں بھی بہت سے اَلفاظ (اَسماء اور اَفعال) صریح فعلِ قسم کی جگہ ذکر ہوئے ہیں، اور خود جوابِ قسم کے علاوہ کوئی اور چیز ، اِس بات پر دلیل نہیں ہے ، کہ یہاں قَسَم موجود ہے ، اور یہ اَلفاظ ، فعلِ قسم کا قائم مقام قرار پائے ہیں ، اگرچہ یہ احتمال بھی دیا جا سکتا ہے کہ یہاں فعلِ قسم مقدَّر ہو، اور یہ اَلفاظ ، اُس فعلِ قسم کے حذف ہونے پر قرینہ ہوں ، لیکن کسی چیز کا حذف ہونا ، اصل کے خلاف ہے ، اسلئے بہتر یہی ہے کہ اِنہی موجود اَلفاظ کو فعلِ قسم سے مشابہ اور قَسَم پر دلالت کرنے والا قرار دیں۔

"جلال الدین سیوطی "اِس طرح کی غیر صریح قسموں کو ، ایسی قسم سے تعبیر کرتے ہیں کہ خود جس کا معنیٰ، اُس کے قسم ہونے پر دلالت کرے ، جیسے : وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔(12)

ترجمہ: " اور تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے ، جو جہنم میں داخل نہ ہو (اور اُس سے عبور نہ کرے)"

'اور کیونکہ یہ کلام تاکید اور حصر پر دلالت کرتا ہے ، اس لئے ''وَاللهِ '' کو مقدّر مانا گیا ہے۔(13)

وہ اَلفاظ جو'' قَسَم'' کا قائم مقام قرار پاتے ہیں، اُن میں سے بعض، کافی زیادہ استعمال ہوتے ہیں اور اِس لحاظ سے صریح فعلِ قسم کے نزدیک ہیں، اور بعض بہت ہی کم استعمال ہوتے ہیں،اور اِس قلّت کی وجہ سے اسلوبِ قسم سے شمار نہیں ہوتے ہیں، نیز اِن اَلفاظ میں سے بعض، قرآن کریم اور اُس کے غیر میں بھی استعمال ہوئے ہیں، اور بعض فقط قرآن کریم میں آئے ہیں، اور بعض اصلاً قرآن میں استعمال نہیں ہوئے ہیں، پس اِس جہت سے یہ اَلفاظ، مختلف نوعیت کے حامل ہیں۔(14)

یہاں پر ہم فقط اُن اَلفاظ کو ، جو قرآن کریم میں " فعلِ قَسَم " کی جگہ استعمال ہوئے ہیں ، بطورِ اختصار بیان کرتے ہیں :

بعض محقّقین فعلِ "شَهِدَ "اور " عَمْر، يَمِيْن اور اِيْلاء '' کے اَلفاظ کو ، فعلِ قسم سے مشابہ اَلفاظ میں شمار کرتے ہیں ، اور اِن مذکورہ اَلفاظ کو قسم کے معنیٰ میں صریح نہیں جانتے ہیں ، اور یہ بھی اِن اَلفاظ کے اسلوبِ قسم میں قلّتِ استعمال کی وجہ سے ہے ، کیونکہ لفظِ "عَمْر" فقط ایک بار سورۂ حجر ، آیت 72 میں ، اور اِسی طرح لفظِ "يَمِيْن" بھی ایک ہی بار سورۂ قلم ، آیت 39 میں بطورِ جمع (أَيْمان) "قسم " کے معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں ، اور لفظِ "اِيْلاء "کے ساتھ (فعل کی صورت میں) قرآن کریم میں دوبار قسم کھائی گئی ہے۔(15)

اِس بارے میں ہم تفصیلی بحث '' قرآن کریم میں قسم کے الفاظ '' کے عنوان سے گذشتہ مقالہ میں بیان کر چکے ہیں۔

قرآن کریم میں '' فعلِ قَسَم سے مشابہ الفاظ '' کا استعمال

" مِیْثَاقٌ اور مَوْثِقٌ '' دونوں کا معنیٰ '' عہد و پیمان '' ہے اور کیونکہ عہد و پیمان معمولاً قَسَم کے ساتھ ہوتے ہیں، اس لئے یہ دونوں لفظ بھی فعلِ قسم کی جگہ قرار پاتے ہیں، اور قرآن کریم میں بھی چند موارد میں قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں، جیسے :

وَاِذْ اَخَذَ اللهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَهٗ۔ (16)

ترجمہ: " اور جب اللہ تعالیٰ نے اُن سے، جن کو کتاب دی گئی، یہ پیمان لیا کہ اِس کتاب آسمانی کے حقائق کو لوگوں کیلئے بیان کروگے، اور اُن کو نہیں چھپاؤ گے "

اور اِسی طرح قرآن میں حضرت یعقوب کا قول حکایت ہوا ہے کہ :

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَکُمْ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِنَ اللهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖ۔ (17)

ترجمہ: " حضرت یعقوب نے کہا : میں یوسف کو تمھارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا، جب تک تم میرے لئے خدا سے عہد و پیمان نہ کرو کہ اُس کو میرے پاس واپس لاؤ گے"۔

لفظِ '' حَقّ '' بھی فعلِ قسم کی جگہ قائم مقام ہوتا ہے ، لفظِ ''حَقّ '' کے بارے میں، جو فقط ایک بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے ، دو احتمال ہیں :

اول:

یہ لفظ آیت شریفہ : قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ۔ (18)

" اللہ تعالیٰ نے (شیطان کے جواب میں) فرمایا : حق کی قسم ، اور میرا کلام حق و حقیقت پر مبنی ہے ، کہ میں جہنّم کو تیرے اور تیرے تمام پیروکاروں سے ضرور بھرونگا''۔ میں فعلِ قسم کا قائم مقام نہیں ہے، بلکہ کلام

میں لفظِ ''اَلْحَقُّ'' مُقْسَم بِہِ واقع ہوا ہے (یعنی اِس کے ساتھ قَسَم کھائی گئی ہے)، اور فعلِ قسم تقدیراً موجود ہے ، جو اِس طرح ہے ،

"أُقْسِمُ بِالْحَقِّ وَ الْحَقَّ أَقُوْلُ"۔

دوم:

خود لفظِ ''اَلْحَقُّ'' ہی قائم مقام فعلِ قسم ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ ''حَقّ '' کو دونوں مورد میں مرفوع پڑھا جائے یعنی تقدیراً اس طرح ہو جائے گا ، "فَالْحَقُّ مِنِّي وَ الْحَقُّ أَقُوْلُ "اور یا "فَالْحَقُّ وَ الْحَقُّ أَقُوْلُ"اِس دوسری صورت میں "فَالْحَقُّ" مبتداء ہے اور اِس کی خبر محذوف ہے ، اور دوسرا '' حَقّ '' بھی مبتداء ہے اور '' أَقُوْلُ'' جملہ فعلیہ اُس کی خبر ہے۔(19)

لفظِ'' جَرَمَ'' بھی فعلِ قسم کی جگہ قائم مقام واقع ہوتا ہے ،لفظِ ''لَاجَرَمَ'''' جیم'' کے کسرہ اور ضمّہ اور ''راء '' کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے ، جیسے : '' لاجِرْمَاور لاجُرْمَ' ' اوراِس لفظ کا معنٰی '' یقیناً ، ضروری ہے ،اور حتماً اِسی طرح ہے '' کے ہیں۔(20)

یہ لفظ قرآن کریم میں پانچ مقامات پر استعمال ہوا ہے ، (21)

لیکن کسی بھی مقام پر قسم کے معنی کو نہیں دیتا ، اور فعلِ قسم کا قائم مقام نہیں ہوا ہے ، کیونکہ اِن تمام موارد میں قرائتِ مشہور کے مطابق لفظِ '' لَاجَرَمَ'' کے بعد '' أَنَّ'' ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے اور یہ لفظ ہمزہ کے کسرہ ''اِنَّ'' کی صورت میں فعلِ قسم کا قائم مقام ہوتا ہے ، اس لئے کہ اِس صورت میں ''اِنَّ'' اور اِس کا ما بعد ، جوابِ قسم شمار ہوتے ہیں ، اور ''لَاجَرَمَ'' اُس جملۂ جوابِ قسم کے ساتھ مل کر جملہ قسمیہ بن جاتا ہے۔

البتّہ فقط ایک مورد میں حسن اور عیسیٰ ابن عمران کی قرائت کی رُو سے ''اِنَّ'' کا ہمزہ مکسور قرائت ہوا ہے (لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ) (22)

" یقینا اُن کا انجام آتش جھنم ہے''۔اور اِس احتمال کی بناء پر یہ لفظ ''لَا جَرَمَ'' فعلِ قسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔(23)

''عَلِمَ'' اور ''شَهِدَ''اور اِن دونوں سے مشتق افعال بھی فعلِ قسم کا قائم مقام قرار پاتے ہیں ، یہ دونوں لفظ اور اِن سے مشتق اَلفاظ ، قرآن کریم میں بہ کثرت استعمال ہوئے ہیں ، لیکن یہ اَلفاظ بعض موارد میں قسم کا معنٰی دیتے ہیں اور یہ اُس جگہ ہوتا ہے کہ اِن کے بعد ''اِنَّ'' کا ہمزہ مکسور ہو ، اور جوابِ ''اِنَّ'' پر لامِ تاکید داخل ہوا ہو۔

جیسے : وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ۔(24)

ترجمہ:"اور یقینا جنات یہ جانتے ہیں کہ وہ حساب وکتاب کیلئے حاضر (اور محشور) کئے جائینگے "، اور

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔(25)

ترجمہ:"اور اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین بہت جھوٹے ہیں"۔

''جلال الدین سیوطی'' بیان کرتے ہیں: ''قَسَم سے غرض اُس خبر کی تاکید و تحقیق ہوتی ہے جو خبر جوابِ قسم میں پائی جاتی ہے ، اس لئے نحویوں نے لفظِ ''شَهِدَ'' کو بہت سی آیات میں فعلِ قسم کی جگہ جاری کیا ہے ، جیسے :

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔(26)

'' اور اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین بہت زیادہ جھوٹے ہیں''،اگرچہ اِس آیت میں شہادت اور گواہی کی خبر ہے

لیکن کیونکہ یہ گواہی منافقین کے جھوٹے ہونے کی خبر کی تاکید و تحقیق کیلئے آئی ہے ، اس لئے اُنھوں نے اِسے بھی "قَسم" کا نام دیا ہے۔(27)

"جار اللہ محمود زمخشری " اِسی آیت کے صدر

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (سورہ منافقون ، آیت 1)

ترجمہ:" منافقین کہتے ہیں : ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ (اے محمدؐ) تم اللہ کے رسول ہو "،

میں منافقین کی اِس شہادت اور گواہی کے بارے میں لکھتے ہیں : '' ممکن ہے اِس گواہی سے مراد جھوٹی قَسم ہو ، کیونکہ یہاں اِس گواہی سے مراد ''قَسَم '' ہے ، اسلئے کہ تاکید کو بیان کرتی ہے ، اور جس مورد میں بھی فعلِ ''شَہِدَ'' تاکید کا فائدہ دے ، فعلِ قسم کا قائم مقام واقع ہوتا ہے۔(28)

اِس لفظ کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ لفظِ ''شَہِدَ'' ہر جگہ قَسم کا فائدہ نہیں دیتا ، بلکہ اُس صورت میں قسم کے معنی کا فائدہ دیتا ہے کہ جب اِس فعلِ ''شَہِدَ'' کے بعد ''اِنَّ''کا ہمزہ مکسور ہو ، اور ''اِنَّ '' کی خبر پر لام تاکید داخل ہوا ہو ، اور اِس بات پر گواہ سورۂ بقرہ کی آیت 185 ہے ، کہ اِس آیت میں یہ لفظ ، قَسم کے معنیٰ کا فائدہ نہیں دیتا ہے :

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔۔۔

ترجمہ:" پس تم میں سے جو بھی اِس ماہ (رمضان) کو درک کرے ، اُسے چاہیے کہ اِس ماہ کے روزے رکھے۔۔۔"

لیکن اُس مورد میں جہاں لفظِ ''شَہِدَ '' '' قَسم '' کے معنیٰ کا فائدہ دیتا ہے ، اس لئے ہے کہ یہ لفظ ''شَہِدَ'' بھی ''قَسَم'' کی طرح ، کسی خبر کے حتمی اور قطعی ہونے کو بیان کرتا ہے ، پس دونوں لفظ معنیٰ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے قریب ہیں، اِن دو الفاظ کا فعلِ قسم کی جگہ قائم مقام ہونا ، اس وجہ سے ہے کہ یہ دونوں

لفظ '' یقین اور قطع '' کا معنی دیتے ہیں اور یہ ''یقین اور قطع ''تاکید کے اعلیٰ مراتب سے ہے ، کہ جس کا فائدہ قسم سے بھی حاصل ہوتا ہے ، لہٰذا یہ دونوں لفظ فعلِ قسم کی جگہ قرار پاتے ہیں اور اِسی طرح کی تاکید کا فائدہ دیتے ہیں۔(29)

'' بدر الدین الزرکشی'' ، '' شہادت '' کے مورد میں قائل ہے کہ '' شہادت '' قسم کے معنی میں آتی ہے، اور اپنی اِس بات کیلئے سورۂ منافقون کی آیت

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللهِ) کو بعد کی آیت : (اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً)۔(30)

ترجمہ :"اُن منافقین نے اپنی جھوٹی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنایا ہوا ہے ''، سے استدلال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس شہادت و گواہی کو یمین (قسم) سے تعبیر کیا ہے۔"(31)

"عبدا لحمید الفراہی" بھی اِس بات کا قائل ہے کہ خود قرآن کریم کی تصریح کے مطابق، شہادت و گواہی، یمین اور قسم کے معنی میں ہیں، اور پھر وہ اپنی اِس بات کے ثابت کرنے کیلئے یہ استدلال کرتا ہے کہ حکمِ لعان کے رفع اور ختم کرنے کیلئے جو قسمیں (شوہر اور بیوی کی طرف سے) کھائی جاتی ہیں، قرآن کریم نے اُن قسموں کو شہادت سے تعبیر کیا ہے، (32) اور دونوں (شوہر اور بیوی) کی طرف سے قسم کھانے کے بعد ، دونوں سے لعان کی حدّ ساقط ہو جاتی ہے۔(33)

''عَهِدَاور عَاهَدَ '' کے اَلفاظ بھی فعلِ قسم کا قائم مقام بنتے ہیں ، لیکن لفظِ ''عَهِدَ'' قرآن کریم میں قَسَم کے اسلوب میں استعمال نہیں ہوا ہے ، البتّہ لفظِ ''عَاهَدَ'' اور اُس کی جمع قرآن میں اسلوبِ قسم میں واقع ہوئی ہیں ، جیسے : (وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ) ۔(34)

'' اور اُن (منافقین) سے بعض نے خدا سے یہ عہد کیا کہ اگر خدا نے اپنے فضل و کرم سے انہیں کوئی نعمت دی ، تو وہ ضرور (پیغمبر اکرم ﷺ کی) تصدیق کریں گے '' ، اور یہ جملہ ''لَنَصَّدَّقَنَّ''جوابِ قسم ہے ، نہ کہ جوابِ شرط ، اور جوابِ شرط ، اِس جوابِ قسم کے قرینے کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔(35)

بعض دوسرے اَفعال ، جیسے :

" وَعَدَ، کَتَبَ، قَضَیٰ، تَأَذَّنَ او رتَمَّتْ کَلِمَةُ رَبِّكَ "

بھی فعل قسم کا قائم مقام قرار پاتے ہیں ،(36)

اور یہ اَلفاظ شدید تاکید کا فائدہ دیتے ہیں ، ہم نے پہلے بیان کیا کہ ان فعلِ قسم کی جگہ قائم مقام ہونے والے الفاظ کے بارے میں دو احتمال ہیں ، یہاں بھی بعض ، فعلِ قسم کے مقدّر ہونے کو بہتر جانتے ہیں۔

''زمخشری '' فعلِ '' قَضَیٰ'' کے مورد میں لکھتا ہے: ''کیونکہ یہ فعل ایک مقام سے زیادہ ، قسم کے اسلوب میں استعمال نہیں ہوا ہے :

وَقَضَیْنَا اِلٰی بَنِی اِسْرَائِیْلَ فِی الْکِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ۔۔۔ (37)

'' اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو خبر دی کہ تم بنی اسرائیل دوبار ضرور زمین میں فساد برپا کروگے''۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ فعلِ قسم کو محذوف اور مقدّر قرار دیں۔(38)

لیکن دوسرے بعض اِن ہی موجودہ اَفعال کو فعلِ قسم کا قائم مقام جانتے ہیں، کیونکہ حذف اور تقدیر خلافِ اصل ہے، اور یہ اَفعال یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ اُسی تاکید کا فائدہ دیں، جس کے لئے قسم کھائی جاتی ہے، پس خود یہی اَفعال، قسم اور یقین کا معنی دیتے ہیں۔(39)

غیرِ صریح اور مُضمَرقَسَم کی یہ دونوں صورتیں (لامِ مُوَطِّئہ کا قسم کے ہونے پر دلالت کرنا یا فعلِ قسم کے قائم مقام اَلفاظ سے قسم کھانا) ہماری قرآن کریم کی قسموں کی تحقیقات کے دائرہ کار سے باہر ہیں ، کیونکہ اِس تحقیق میں ہماری نظر'' مُقْسَم بِہ''اور ''مُقْسَم عَلَیْہِ'' (یعنی قرآن کریم میں جن چیزوں کے ساتھ قَسَم کھائی گئی ہے اور جن چیزوں کے ثابت کرنے کے لئے قَسَم کھائی گئی ہے) اور اِن دونوں کے درمیان ارتباط و تعلّق کی جانب ہو گی، جو اللہ تعالیٰ کی صریح اور ظاہری قسموں میں انسان کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرتے ہیں ، کیونکہ اِن قسموں میں ''مُقْسَم بِہ''اللہ تعالیٰ کے خلق کئے ہوئے ، وہ موجودات ہیں ، جن میں جذابیت اور شگوفائی پائی

جاتی ہے، اور ہر پڑھنے ، سننے والے کی توجّہ اور فکر کو اپنی طرف مبذول کر لیتے ہیں۔(جاری ہے) وَالسَّلامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔

منابع

1۔ علی ابو القاسم عون ، أُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَاِجْتِماعُهُ مَعَ الشَّرْطِ فِي رِحابِ الْقُرآنِ الْكَرِيْم، الليبيّة، منشورات جامعة الفاتح ، ۱۹۹۲م ، ص ۱۲۴ ؛ منّاع القطان ، مَباحِثٌ فِي عُلُوْمِ الْقُرآنِ، الطبعة الرابعة ، بیروت ، مؤسّسة الرسالة ، ۱۳۹۶اق ، ص ۲۹۳ ؛ شعبان محمد اسماعیل ، اَلْمَدْخَلُ لِدِراسَةِ الْقُرآنِ وَالسُّنَّةِ وَالْعُلُوْمِ الْاِسْلامِيَّةَ، ج ۱، الطبعة الأولیٰ، مصر، دار الانصار، ۱۴۰۰اق ، ص ۵۰۲

2۔ سورۂ حشر ، آیت ۱۲

3۔ سورۂ آل عمران ، آیت ۱۸۶

4۔ سورۂ بقرہ ، آیت ۱۰۲

5۔ رجوع کریں : سید رضی الدین استرآبادی ، شَرْحُ الرَّضِی عَلیٰ الْكافِيَةِ، ج ۲، بدونِ مقام ، المکتبة المرتضویة لاحیاء الآثار الجعفریة، بدونِ تاریخ ، ص ۳۳۸ تا ۳۴۰

6۔ سورۂ انعام ، آیت ۱۲۱

7۔ شَرْحُ الرَّضِی عَلیٰ الْكافِيَةِ، ج 2، گزشتہ ، ص ۳۳۸ تا ۳۴۰

8۔ سورۂ مائدہ ، آیت ۷۳

9۔ عبداللہ ابن یوسف الانصاری ، معروف بہ ابن ہشام ، مُغْنِیُ اللَّبِيْبِ عَنْ كُتُبِ الْأَعارِيْبِ، ج ۲، بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، بدونِ تاریخ ، ص ۱۲۳

10۔ سورۂ فاطر ، آیت ۴۲ ؛ نیز رجوع کریں: سورۂ انعام ، آیت ۱۰۹ ؛ سورہ توبہ ، آیت ۴۲ اور ۷۵ ؛ سورۂ آل عمران ، آیت ۱۸۷ ؛ اور سورۂ نور ، آیت ۵۳

11۔ رجوع کریں: محمد المختار السلامی، اَلْقَسَمُ فِي اللُّغَةِ وَفِي الْقُرآنِ، الطبعة الأولی، بیروت، دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۹ء ، ص ۴۵

12۔سورۂ مریم ، آیت ۷۱

13۔جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی ، اَلاِتْقَانُ فِی عُلُوْمِ الْقُرْآنِ ، ج۴، تحقیق : محمد ابو الفضل ابراهیم ، منشورات الشریف الرضی ، بیدار عزیزی ، ص ۵۶

14۔رجوع کریں : اُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَاجْتِمَاعُه مَعَ الشَّرْطِ فِی رِحَابِ الْقُرْآنِ الْکَرِیْم ، گزشتہ ، ص ۱۶۶

15۔رجوع کریں : سورۂ بقرہ ، آیت ۲۲۶ ؛ سورۂ نور ، آیت ۲۲

16۔سورۂ آل عمران ، آیت ۱۸۷؛ نیز رجوع کریں : سورۂ بقرہ ، آیت ۸۳-۸۴ ؛سورہ آل عمران ، آیت ۸۱

17۔سورۂ یوسف ، آیت ٦٦

18۔سورۂ ص ، آیت ۸۴-۸۵

19۔رجوع کریں : اُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَاجْتِمَاعُهٗ مَعَ الشَّرْطِ فِی رِحَابِ الْقُرْآنِ الْکَرِیْم ، گزشتہ ، ص ۱۱۹ اور ۱۴۷ ؛ ابو حیان اندلسی ، اَلْبَحْرُ الْمُحِیْطُ فِی التَّفْسِیْرِ ، ج ۷ ، بیروت ، دار الفکر ، ۱۴۱۲ ہجری قمری ، ص ۴۱۱ ؛

بدر الدین الزرکشی ، اَلْبُرْهَانُ فِی عُلُوْمِ الْقُرْآنِ ، ج ۳ ، تعلیق : مصطفٰی عبد القادر عطاء ، الطبعۃ الاُولٰی ، بیروت ، دار الفکر ، ۱۴۰۸ق (۱۹۸۸ئ) ، ص ۵۰

20۔ابو زکریا یحییٰ ابن زیاد الفرّاء ، مَعَانِی الْقُرْآنِ ، ج ۲ ، تحقیق : الدکتور عبد الفتاح اسماعیل شبلی ، طبعہ اول ، تہران ، انتشارات ناصر خسرو ، بدونِ تاریخ ، ص ۸

21۔رجوع کریں : سورۂ ھود ، آیت ۲۲؛ سورۂ نحل ، آیت ۲۳، آیت ٦۲ اور آیت ۱۰۹ ؛ سورۂ غافر ، آیت ۴۳

22۔سورۂ نحل ، آیت ٦۲

23۔اَلْبَحْرُ الْمُحِیْطُ فِی التَّفْسِیْرِ ، ج٦ ، گزشتہ ، ص ۵۵۱

24۔سورۂ صافات ، آیت ۱۵۸ ؛ نیز رجوع کریں : سورۂ منافقون ، آیت ۱؛ سورۂ توبہ ، آیت ۴۲ ؛ سورۂ یٰسین ، آیت ۱٦

25۔سورۂ منافقون ، آیت ۱ ؛ نیز رجوع کریں : سورۂ حشر ، آیت ۱۱؛ سورۂ توبہ ، آیت ۱۰۷؛ سورۂ نور ، آیت ٦ تا ۹

26۔ سورۂ منافقون ، آیت ۱

27۔ اَلْاِتْقَانُ فِي عُلُوْمِ الْقُرْآن ، ج ۴، گزشتہ ، ص ۵۳

28۔ جار اللہ محمود ابن عمر الزمخشری ، اَلْكَشَّافُ عَنْ حَقَائِقِ التَّنْزِيْلِ وَ عُيُوْنِ الْأَقَاوِيْلِ فِي وُجُوْهِ التَّأْوِيْلِ، ج ۴، بیروت، دار الفکر، بدونِ تاریخ، ص۱۰۷

29۔ أُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَ اِجْتِمَاعُهُ مَعَ الشَّرْطِ فِي رِحَابِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ، گزشتہ، ص۱۵۹- ۱۶۰

30۔ سورۂ منافقون ، آیت ۲

31۔ بدر الدین محمد ابن عبد اللہ الزرکشی ، اَلْبُرْهَانُ فِي عُلُوْمِ الْقُرْآنِ ، ج 3 ، تعلیق : مصطفی عبد القادر عطا، الطبعۃ الاُولی ، بیروت ، دار الفکر ، ۱۴۰۸ق = ۱۹۸۸ء ، ص ۴۹-۵۰؛ نیز رجوع کریں : عبد الحمید الفراہی ، أَمْعَانٌ فِي أَقْسَامِ الْقُرْآنِ، القاہرۃ ، المطبعۃ السلفیۃ و مکتبتھا ، ۱۳۴۹ق = ۱۹۳۰ء ، ص ۲۳

32۔ رجوع کریں : سورۂ نور ، آیت 6تا 9

33۔ أَمْعَانٌ فِي أَقْسَامِ الْقُرْآنِ، گزشتہ، ص ۲۳؛ نیز رجوع کریں : محمد ابن جریر الطبری ، جَامِعُ الْبَيَانِ عَنْ تَأْوِيْلِ آيِ الْقُرْآن ، ج ۷ ، بیروت ، دار الفکر، ۱۴۱۵ق، ص ۱۶۰؛ اور ج ۱۸، ص ۱۰۸

34۔ سورۂ توبہ ، آیت ۷۵ ؛ نیز رجوع کریں : سورۂ احزاب ، آیت ۱۵

35۔ رجوع کریں : سلیمان ابن عمر العجیلی ، اَلْفُتُوْحَاتُ الْاِلٰهِيَّةُ ، ج ۲، ص ۳۰۱؛ نقل از أُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَ اِجْتِمَاعُهُ مَعَ الشَّرْطِ فِي رِحَابِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ، گزشتہ، ص۱۶۱

36۔ رجوع کریں : سورہ نور ، آیت ۵۵ ؛ سورہ مجادلہ ، آیت ۲۱ ؛ سورہ انعام ، آیت ۱۲ اور ۵۴؛ سورہ اسراء ، آیت ۴ ؛ سورہ اعراف ، آیت ۱۶۷ ؛ سورہ ابراہیم ، آیت ۷؛ اور سورہ ھود ، آیت ۱۱۹

37۔ سورۂ اسراء ، آیت ۴

38۔ اَلْكَشَّافُ عَنْ حَقَائِقِ التَّنْزِيْلِ وَ عُيُوْنِ الْأَقَاوِيْلِ فِي وُجُوْهِ التَّأْوِيْلِ ، ج ۲، گزشتہ ، ص ۴۳۸

39۔ رجوع کریں : أُسْلُوْبُ الْقَسَمِ وَ اِجْتِمَاعُهُ مَعَ الشَّرْطِ فِي رِحَابِ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ، گزشتہ ، ص ۱۶۲اور ۱۶۶

سیرت

اُصول کافی اور سیرت نبوی ﷺ

سید حسنین عباس گردیزی

سیرت نبوی ﷺ کا ایک اہم ماخذ اور منبع کتب حدیث ہیں جن میں آپ ﷺ کی زندگی کی تمام جزئیات ذکر ہوئی ہیں اور آپ ﷺ کے فرامین کے علاوہ آپ ﷺ کے طرز زندگی کو بہت ہی واضح انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔سیرت کے حوالے سے لکھی جانے والی کتب کا بنیادی منبع یہی روایات اور احادیث ہیں جن میں ایک اہم کتاب شیخ کلینی نے ''الکافی '' ہے کہ جو امامیہ کتب حدیث میں سر فہرست ہے اور کتب اربعہ کی اولین کتاب شمار ہو تی ہے۔''الکافی '' جہاں اعتقادات ، عقلی معارف ، فقہی احادیث اور اخلاقیات کے حوالے سے اہم ماخذ ہے وہاں چہاردہ معصومین بالخصوص پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت کے حوالے سے بھی بہت ہی ہے۔اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی سیرت اور حیات مبارکہ کے بہت سے حالات ملتے ہیں۔جن میں سے یہاں بر جستہ عناوین سیرت کے تحت چند احادیث او روایات پیش کی جاتی ہیں جو سیرت نبوی ﷺ پر ''الکافی '' کی وسعت نظر اور شیخ کلینی کی علمی دسترس کو ظاہر کرتی ہیں۔یہاں فقط ''الکافی'' کے حصہ اُصول سے روایات انتخاب کی گئی ہیں۔اگرسیرت کے حوالے سے پوری الکافی سے روایات جمع کی جائیں تو اس سے ایک مکمل کتاب تیار ہو سکتی ہے ؛جس کی توفیق ہم اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں۔انشاء اللہ

یہاں ایک نکتہ بہت اہمیت رکھتا ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کے حوالے سے اُصول کافی کی یہ روایات تقریباً سب کی سب ائمہ معصومین سے منقول ہیں جو سیرت کے حوالے سے بہت ہی مضبوط ماخذ شمار ہوتی ہیں اور پھر ائمہ طاہرین کے اپنے جد امجد کے بارے میں نقطہ نظر کو بھی واضح کرتی ہیں جو ہمارے لئے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے چونکہ آپ ﷺ کی جو معرفت او ر پہچان ائمہ طاہرین کو حاصل تھی وہ شاید ہی کسی اور کو حاصل ہو۔

آپ ﷺ کے جسمانی اوصاف

'عدّۃ من أصحابنا ،عن أحمد بن محمد ،عن علی بن سیف،عن عمرہ بن شمر،عن جابر قال :قلت لأبی جعفر علیه السلام صف لی نبی الله ﷺ قال: کان نبی الله ﷺ أبیض مشرب حمرۃ ،أ دعج العینین ،مقرون الحاجبین ،شئن الاطراف کأنّ الذّهب أ فرغ علی براثنه عظیم مشاشة المنکبین ،الی سرته کأنّها وسط الفضّة المصفاۃ و کأن عنقه الی کاهله ابریق فضة یکاد أ نفه اذا شرب أن یرد الماء و اذ مشی تکفّأ کأنّه ینزل فی صبب لم یر مثل نبی الله قبله ولا بعدہ ﷺ

"جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے لیے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان فرمائیں انہوں نے فرمایا :رسول اللہ ﷺ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا ،آنکھیں موٹی اور سیاہ تھیں،ابرو جڑے ہوئے تھے ،ہتھیلی اور انگلیاں موٹی اور سونے کی طرح چمک دار تھیں ،شانے بڑے اور چوڑے تھے اگر کسی کی طرف دیکھتے تو محبت اورمہربان ہونے کی وجہ سے پورے بدن کو اسی کی طرف کر لیتے۔سینے کے درمیان میں ناف تک بالوں کی ایک مقدار موجود تھی جو چاندی کے صفحے پر ایک سیاہ لکیر کی طرح تھے گردن کاندھے کی ہڈی تک چاندی کی صراحی کی طرح تھی۔ناک لمبی تھی اور پانی پیتے ہوئے ایسے لگتا تھا کہ پانی کو پیچھے دھکیل دے گی۔راستہ چلتے ہوئے قدم مضبوطی سے اس طرح رکھتے گویا بلندی سے اتر رہے ہوں۔نبی اکرم ﷺ کی مثال کسی نے نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھی او ر نہ آپ ﷺ کے بعد۔" (1)

آنحضرت ﷺ کی صفات

'محمد بن یحیی ،عن أحمد بن محمد بن عیسی ،عن الحسن بن محبوب ،عن اسحاق ابن غالب ،عن أبی عبد الله علیه السلامفی خطبة له خاصة یذکر فیها حال النبی والأئمة وصفاتهم :فلم یمنع ربنا لحلمه وأناته وعطفه ماکان من عظیم جرمهم وقبیح أفعالهم ،أن انتجب لهم أحب انبیائه الیه وأ کرمهم علیه محمد بن عبد الله ﷺ فی حومة العزمولدہ ،وفی دومة الکرم محتدہ،غیرمشوب حسبه ولا ممزوج نسبه ،ولا مجهول عند أهل العلم صفة ،بشرت

به الأنبياء في كتبها ،ونطقت به العلماء بنعتها،وتأمّلته الحكماء بوصفها،مهذب لايدانى ،هاشمى لايوازى ،أبطحى لايسامى شيمته الحياء وطبيعته السخا،مجبول على أوقار النبوة وأخلاقها الى أن انتهت به أسباب مقادير الله الى أوقاتها وجرى بأمرالله القضاء فيه الى نهاياتها أداه محتوم قضاء الله الى غاياتها تبشر به كل امة من بعدها ويدفعه كل أب الى أب من ظهر الى ظهر،لم يخلطه فى عنصره سفاح ولم ينجسه فى ولادة نكاح ،من لدن آدم الى أبيه عبد الله ،فى خير فرقه و أكرم سبط وأمنع رهط وأكلا حمل واودع حجر،اصطفاه الله وارتضاه واجتباه وآتاه من العلم مفاتيحه ومن الحكم ينابيعه ابتعثه رحمة للعباد وبيعاً للبلاد وأنزل الله اليه الكتاب فيه البيان والتبيان قرآناً عربياً غير ذى عوج لعلهم يتقون ،قد بينه للناس ونهجه بعلم قد فصله و دين قد أوضحه وفرائض قد أوجبها وحدود للناس وبينها و امور قد كشفها لخلقه وأعلنها ،فيها دلالة الى النجاة ومعالم تدعو الى هداه ،فبلغ رسول الله ﷺ ما ارسل به ،وصدع بما امروأدى ماحمل من أثقال النبوّة وصبرلربه جاهدفى سبيله ونصح لامته ،ودعاهم الى النجاة ،وحثهم على الذكر ،ودلهم على سبيل الهدى ،بمناهج ودواع أسّس للعبادة أساسها ،ومنار رفع لهم أعلامها، كيلا يضلّوا من بعد وكان بهم رؤوفاً رحياً '

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے مخصوص خطبہ میں نبی اکرم ﷺ اور آئمہ کے حالات اور صفات کو بیان فرماتے ہوئے کہا:۔ہمارے پروردگار کے لیے اپنے حلم ،مہربان اور عطوفت کی بنا پر لوگوں کے عظیم جرائم اور بُرے اعمال اس امر میں رکاوٹ نہ بن سکے کہ وہ ان کے لیے انبیاء میں سے محبوب ترین اور بافضیلت ترین رسول محمد بن عبد اللہ کا انتخاب کرے۔آپ ﷺ عزت والی جگہ پر پیدا ہوئے ،آپ کا تعلق ایک کمزور گھرانے سے تھا۔آپ ﷺ کا حسب بھی اعلیٰ اور نسب بھی پاکیزہ اہل علم پر ان کی صفات پوشیدہ نہیں انبیا نے اپنی کتب میں ان کی بشارت دی ہے۔علماء نے ان کے اوصاف کو اپنی زبانوں پر جاری کیا ،حکماء نے ان کی صفات میں غور وفکر کیا ،آپ بے مثل مہذب ،ایسے ہاشمی جن کا کوئی ثانی نہیں،ابطحی جس کی کو ئی برابری کرنے والا نہیں،شرم وحیا کا پیکر،سخاوت جن کی عادت،وقار نبوت اور اخلاق رسالت جن کی سرشت میں تھا،اوصاف رسالت اور جذبات نبوت پر جن کی خلقت ہوئی،یہاںتک کہ آپ ﷺ کے بارے میں

تقدیرات الٰہی کے اسباب ختم ہوئے اور آپ کے متعلق قضا الٰہی جاری ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا ان کے لیے امر انتہی تک پہنچا اور اللہ تعالیٰ کی حتمی قضاء پوری ہوئی۔

ہر امت نے اپنی بعد والی امت کو آنحضرت ﷺ کے وجود کی خوش خبری دی اور ہر باپ نے ان کے نور کو اگلے باب کے سپرد کیا ،آپ ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل ہوتے رہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عفیف ماؤں کے شکموں اور پاکیزہ صلبوں سے ہوتے ہوئے آپ ﷺ اپنے والد عبد اللہ کی صلب میں منتقل ہوئے۔آپ ﷺ بہترین گروہ سے تھے ،صاحب عزت و شرف پوتے ،اعلیٰ ترین قبیلے سے تعلق تھا ،محفوظ ترین شکموں اور انتہائی امانت دار گودوں میں پروان چڑھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چن لیا ،آپ ﷺ کو منتخب کیا اور برگزیدہ فرمایا اور علم کی چابیاں آپ ﷺ کو عطا فرمائیں اور علم کے سر چشمے مرحمت فرمائے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بندوں کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے بہار بنا کر بھیجا آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا جس میں کافی اور وافی بیان اور وضاحتیں موجود ہیں ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے اور ہر قسم کے انحراف اور کجی سے پاک ہے تاکہ (اس پر عمل کرکے) لوگ متقی بن جائیں۔آنحضرت ﷺ نے قرآن کو لوگوں کے لیے واضح طور پر بیان کیا اور علم کے ساتھ حکمت علمی کو وضع کیا ،دین کی تشریح اور وضاحت فرمائی ،احکامات کو واجب اور لازم قرار دیااور لوگوں کے لیے حدود اور قوانین کو وضع کیا اور انہیں بیان کیا ،لوگوں کے لیے ان امور کو کشف کیا اور بیان فرمایا جن میں نجات کے لیے راہنمائی اور ہدایت کی نشانیاں ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی طرف جو کچھ بھیجا گیا وہ تمام لوگوں تک پہنچا دیا ،جس کا انہیں حکم دیا گیا اُسے آشکارا بیان کیا نبوت و رسالت کی جو ذمہ داری آپ ﷺ پر تھی اُسے انجام دیا اور اپنے رب کی خاطر مشکلات اور سختیوں کو برداشت کیا ،اس کے راستے میں جہاد کیااور اپنی امت کی خیر خواہی چاہی اور انہیں نجات کی دعوت دی انہیں تذکرہ اور نصیحت کی ہدایت کے راستے کی مختلف طریقوں اور ذریعوں سے راہنمائی کی لوگوں کے لیے بنیادی اصول وضع کیے اور چراغ روشن کیے جن کی نشانیاں واضح تھیں تاکہ وہ ان کے بعد گمراہ نہ ہوں اور وہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان تھے۔(2)

'مسنداً عن علی بن محمد النوفلی،عن ابی الحسن علیه السلامقال ذکرت الصوت عنده ،فقال :ان علی بن الحسین کان یقرأ فربّما یمرّبه المارّ فصعق من حسن صوته ،وإنَّ الامام لوأظهرمن ذلكَ شئیاً لما احتمله الناس من حسنه ،قلت: ولم یکن رسول الله ﷺ کان یصلی بالناس ویرفع صوته بالقرآن ؟ فقال :إنَّ رسول الله ﷺ کان یحمل الناس من خلفه ما یطیقون :اقول: و رویت هذه الاخبار ایضاًبطرق اخریٰ کثیرة '

علی بن محمد نوفلی بیان کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کے حضور آواز کی بحث چھڑ گئی تو انہوں نے فرمایا: امام سجاد علیہ السلام قرآن کی تلاوت کرتے تھے بعض اوقات گزرنے والے آپ کی خوش الحان آواز سُن کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔اگر امام اپنی خوبصورت میں سے کچھ مقدار ظاہر کر دے تو لوگوں میں ان کی آواز کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے میں نے کہا :کیا رسول خدا ﷺ لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے اور کیا رسول خدا ﷺ اونچی آواز میں تلاوت قرآن نہیں کرتے تھے ؟انہوں نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ لوگوں کی قوت برداشت کے مطابق اپنی آواز کو ظاہر کرتے تھے۔کلینی بیان کرتے ہیں کہ دوسرے ذرائع سے بھی اس طرح کی روایات نقل ہوئی ہیں۔(3)

'قال:ان الله تعالیٰ خص رسوله بمکارم الاخلاق ،فامتحنوا انفسکم فان کانت فیکم فالحمدُوا الله عَزَّوجَلَّ وارغبو الیه فی الزیاد منها فذکرها عشرة :الیقین والقناعة ،والصبر والشکر ،والحلم وحسن الخلق والسخاء والغیرة، والشجاعة والمروّة'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اور بہترین اخلاق کو اپنے رسول سے مختص کیا ہے پس اپنے آپ کا امتحان لو اگر اپنے اندر ان کو پاؤ تو خداوند متعال کی حمد و ستائش بجا لاؤ اور اس سے دعا مانگو کہ وہ ان اخلاق کو تمہارے اندر زیادہ کرے۔اس کے بعد انہوں نے ان مکارم اخلاق میں سے دس کا ذکر فرمایا یقین ،قناعت، صبر، شکر،بردباری، حُسن خلق ،سخاوت ،غیرت ،شجاعت ،مروّت (4)

'عدة من اصحابنا عن احمد بن محمد بن خالد،عن ابن فضال ، عن العلاء بن رزین، عن محمد بن مسلم ،قال سمعت ابا جعفرعلیه السلامیذ کر انه اتی رسول الله ﷺ ملك فقال : ان الله عزوجل یخیرك ان تكون عبداً رسولاً متوا ضعاً او ملکاً رسولاً قال : فنظر الی جبرئیل واومابیده ان تواضع ،فقال :عبداً متواضعا رسولً فقال الرسول: مع انه لاینقصك مما عند ربك شیئا قال ومعه مفاتیح خزائن الارض '

محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ انہوں نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فرشتہ حاضر ہوا اور کہا :بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ بندہ ،رسول اور متواضع بنیں یا پھر بادشاہ رسول بنیں ،آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا ،اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تواضع کو اختیار کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا : میں بندہ رسول متواضع بنا چاہتا ہوں اُس فرشتے کے ہاتھ میں زمین کے خزانوں کی چابیاں تھیں اسی حالت میں اس نے کہا : اگر دوسرے کو اختیار فرماتے تو تیرے رب کے نزدیک آپ کے مقام و منزلت میں سے کچھ کم نہ ہوتا(5)

'مسند أعن طلحة بن زید ،عن ابی عبد الله علیه السلام قال: ما اعجب رسول الله ﷺ شئی من الدنیا اِلاّ ان یکون فیها جائعاً خائفاً'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھوک اور خوف الٰہی سے بڑھ کر کوئی شئی پسند نہ تھی۔(6)

'مسندًا عن زید الشحام ،عن ابی عبد الله علیه السلام :کان رسول الله ﷺ یتوب الی فی کُلِّ یوم سبعین مرّة، قلت: أکان یقول: أستغفر الله واتوب الیه؟ قال: لا ، ولکن کان یقول :''اتوب الی الله '' قلت :کان رسول الله ﷺ یتوب ولا یعودونحن نتوب نتوب ونعود! فقال :الله المستعان'

زید شحام نے بیان کیا کہ :۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ ہر روز ستر مرتبہ توبہ کرتے تھے ،میں نے پوچھا کیا آنحضرت ﷺ ''استغفراللہ واتوب الیہ''کہتے تھے ،انہوں نے

جواب دیا : نہیں بلکہ فرماتے تھے ''اتوب الی اللہ''(یعنی میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں) میں نے کہا پیغمبر اکرم ﷺ توبہ کرتے تھے لیکن واپس نہیں پلٹتے تھے ہم توبہ کرتے ہیں لیکن دوبارہ پھر گناہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔پس امام علیہ السلام نے فرمایا :

ہم اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کے طالب گار ہیں۔(7)

'مسنداً عن طلحۃ بن زید عن ابی عبد اللہ علیہ السلام : ان رسول اللہ ﷺ کان لا یقوم من مجلس و ان خفّ حتی یَستَغفِرُ اللہ عزّوجلّ خمساً وعشرین مرۃ'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔رسول اللہ ﷺ کسی محفل سے خواہ وہ کتنی ہی مختصر ہوتی، نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ پچیس مرتبہ استغفار نہ کر لیتے۔(8)

'عن عیسی بن عبد اللہ بن عمر بن علی ،عن ابیہ علیہ السلام قال: کانت من ایمان رسول اللہ ﷺ : لاوَ اَستَغفِرُ اللہ۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ کی قسم یہ تھی نہیں ! ''میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں ''(9)

مسنداً عن ربعی بن عبد اللہ ،عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: کان رسول اللہ ﷺ یسلم علی النساء ویردون علیہ السلام، وکان امیر المومنین علیہ السلام یسلم علی النساء وکان یکرہ ان یسلم علی الشابۃ منھن ویقول: اتخوف ان تعجبنی صوتھا فیدخل علی اکثر مما اطلب من الاجر'(10)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول خدا ﷺ عورتوں پر سلام کرتے تھے اور وہ آپ کو سلام کا جواب دیتیں تھیں۔امیر المومنین علیہ السلام بھی عورتوں کو سلام کرتے تھے لیکن جوان عورتوں پر سلام کرنے

سے کتراتے تھے۔وہ فرماتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں ان کی آواز میرے دل میں اثر نہ کرے کیونکہ اس کا نقصان اس کام کے اجر و ثواب سے زیادہ ہے۔

اس سے شاید یہ مراد ہو کہ آنحضرتؐ قسم کھانے سے احتراز کرتے ہوں اور اس کی بجائے 'استغفر اللہ' فرماتے ہوں۔

'مسنداً عن عبد العظیم بن عبد اللہ بن الحسن العلوی رحمہ اللہ رفعہ قال: کان النبیؐ یجلس ثلاثا: القرفصاء وھو ان یقیم ساقیہ و یستقبلھما بیدہ ویشدیدہ فی ذراعہ وکان یجثوعلی رکبتیہ وکان یثنی رجلاً واحداً ویبسط علیھا الاخری ، ولم یرمتربّعاً قطّ'

حضرت عبد العظیم حسنی نے فرمایا :رسول اللہؐ تین طریقہ سے بیٹھے تھے۔اس طرح کہ زانو مبارک کو کھڑا کرکے ہاتھوں سے ان کے گرد دائرۃ بنا لیتے تھے، کبھی آنحضرتؐ دو زانو ہو کر تشریف رکھتے اور کبھی ایک پاؤں کو ران کے نیچے قرار دیتے اور دوسرا پاؤں اس پر لٹا دیتے تھے اور کبھی آپؐ کو چار زانو بیٹھے نہیں دیکھا گیا۔(11)

'مسنداً عن محمد بن عرفۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: قال النبیؐ الا اخبرکم با شبھکم بی؟ قالوا: بلی یا رسول اللہ قال: احسنکم خلقا، والینکم کنفاً، وابرّکم بقرابتہ ، واشدّ کم حباً لا خوانہ فی دینہ واصبرکم علی الحقّ ، واکظمکم للغیظ ، واحسنکم عفواً، واشدّ کم من نفسہ انصافاً فی الرضا والغضب'

رسول اللہ ؐ نے فرمایا:۔کیا میں تمھیں آگاہ نہ کر دوں کہ تم سے کون مجھ سے زیادہ مشابہہ ہے ؟لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ! آپؐ نے فرمایا : حسن اخلاق میں سب سے اچھا ہو ،دوسروں کے ساتھ سب سے نرمی برتنے والا ہو ،اپنے عزیزوں سے نیکی کا سلوک سب سے زیادہ کرنے والے ہو ،اپنے دینی بھائیوں سے دوسروں سے زیادہ محبت کرنے والا ہو ، حق پر زیادہ صبر کرنے والا اور غصے کو زیادہ پی جانے والا

،سب سے زیادہ عفو و درگزر کرنے والا اور خوشنودی اور ناراضگی کی حالت میں اپنے آپ سے زیادہ دوسروں کے ساتھ انصاف کا سلوک کرنے والا۔(12)

'مسنداً عن سلام بن المستيز عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال رسول الله ﷺ : الا ان لکل عبادة شرة ثم نصير الی فترة فمن صارت شرة عبادته الی سنتی فقد اهتدی ، ومن خالف سنتی فقد ضل وکان عمله فی تبار اما انی أصلی وانام، وأصوم وأفطر، واضحك وابکی فمن رغب عن منهاجی وسنتی فليس منی '

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔آگاہ رہو کہ شروع میں ہر عبادت کو زیادہ انجام دیا ہے پھر آہستہ آہستہ اس میں سستی آجاتی ہے پس جس کی عبادت میں زیادہ روی میری سنت کے مطابق ہو وہ ہدایت یافتہ ہے۔اور جو شخص میری سنت کے خلاف عمل کرے گا وہ گمراہ ہو ا اور اس کا عمل تباہ و برباد ہو گیا جان لو کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہو ں روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا ،ہنستا ہو ں اور روتا بھی ہوں۔پس جو شخص میری سنت اور طریقہ کار سے انحراف کرنے گا وہ مجھ سے نہیں ہے (یعنی میری امت سے نہیں ہے)(13)

'مسنداعن بحر السقّاء عن ابی عبد الله علیه السلام قال: قال ابی عبد الله علیه السلام یا بحر، حسن الخلق یسر ثم ذکر حدیثاً معناه: ان رسول الله ﷺ کان حسن الخلق '

امام صادق علیہ السلام نے بحر سقاء سے فرمایا : اے بحر اچھا اخلاق خوشی کا باعث بنتا ہے۔پھر انہوں نے حدیث بیان فرمائی جس کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ حُسن خلق کے مالک تھے۔(14)

'مسنداً عن جميل بن دراج ،عن ابی عبد الله علیه السلام: قال کان رسول الله ﷺ۔یقسم لحظاته بين اصحابه ،فينظر الی ذا وينظر الی ذا بالسوية قال: ولم يبسط رسول الله رجليه بين اصحابه قط وان کان ليصافحه الرجل فما يترك رسول الله ﷺ يده من يده حتی يكون هو التارك فلما فطنو لذلك کان الرجل اذا صافحه مال بيده فنزعها من يده '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ نظروں کو اصحاب کے درمیان تقسیم کرتے تھے ،سب کی طرف بطور مساوی نگاہ کرتے تھے اور کبھی بھی اپنے اصحاب کے سامنے پائوں نہیں پھیلاتے تھے اور مصافحہ کرتے وقت کبھی بھی اپنا ہاتھ پہلے نہیں کھینچتے تھے مگر یہ کہ دوسرا اپنا ہاتھ پہلے کھینچ لیتا جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو پھر لوگ اپنا ہاتھ پہلے کھینچ لیا کرتے تھے۔(15)

'مسنداًعن طلحة بن زيد عن ابی عبد الله عليه السلام قال كان رسول الله ﷺ اكثر ما يجلس تجاه القبلة '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ اکثر اوقات قبلہ کی طرف رخ کرکے بیٹھے تھے۔(16)

' محمد بن يحيى عن احمد بن محمد بن عيسى ،عن ابن ابی نصر،عن علی بن ابی حمزة، عن ابی بصير قال : قالت لابی عبد الله : الفرق من السنه ؟ قال : لا ،قلت : فهل فرق رسول الله ﷺ ؟ قال : نعم قلت : كيف فرق رسول الله ﷺ وليس من السنة؟ قال : من أصابه ما أصاب رسول الله ﷺ يفرق كما فرق رسول الله ﷺ فقد أصاب سنة رسول الله ﷺ والافلا قلت له :كيف ذلك ؟ قال : ان رسول الله ﷺ حين صد عن البيت وقد كان ساق الهدى وأحرم أراه الله الرؤيا الّتی أخبره الله بها فی كتابه اذ يقول : لقد صدق الله رسوله الرؤيا التی أخبره الله بها فی كتابه اذ يقول : ولقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنين محلقين رؤسكم ومقصرين لاتخافون(سورة فتح ٢٦)فعلم رسول الله ﷺ ان الله سيفی له بما أراه فمن ثم وفر ذلك الشعر الذی كان علی رأسه حين أحرم انتظاراًلحلقه فی الحرم حيث وعده الله عزوجل فلما حلقه لم يعد فی توفير الشعر ولاكان ذلك من قبله '

ابو بصیر نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا مانگ نکالنا سنت ہے؟انہوں نے فرمایا: نہیں ! پھر میں پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ اپنے سر کے بالوں کی مانگ نکالتے تھے ؟ انہوں نے جواب دیا:ہاں! میں نے پھر سوال کیا کہ رسول خدا ﷺ مانگ نکالتے تھے تو یہ سنت کیوں

نہیں؟انہوں نے فرمایا: جو شخص رسول اکرم ﷺ کی حالت میں قرار پائے جس میں آپ ﷺ نے مانگ نکالی، اور وہ مانگ نکالے تو اس نے سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کیا ہے بصورت دیگر نہیں! میں نے عرض کیا: وہ حالت کیا تھی ؟

انہوں نے فرمایا : جب رسول خدا ﷺ نے حج کے لیے احرام باندھا اور قربانی بھی اپنے ساتھ لے گئے لیکن کفار مکہ نے آپ ﷺ کو مکہ جانے سے روک دیا اللہ تعالیٰ نے آنخضرت ﷺ کو ایک خواب دکھایا جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے :

''لقد صدق الله رسوله الرویا بالحق لقد خلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنین محلقیں رؤو سکم ومقصرین لا تخافون''

پس رسول اللہ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دکھایا ہے وہ جلد پورا کرے گا۔پس جب سے آپ ﷺ نے احرام باندھا اس وقت سے لے کر حرم میں (عمرہ تک) بال کاٹنے کے انتظار میں بالوں کو نہیں کاٹا جیسا اللہ عزوجل نے وعدہ کیا تھا اور جب اگلے سال آنخضرت ﷺ نے حلق فرمایا اس کے بعد پھر کبھی بالوں کو لمبا نہیں کیا اور نہ ہی اس سے پہلے ایسا کرتے تھے۔(17)

'علی بن ابراهیم عن ابیه عن ابن ابی عمیر ،عن معاویه بن عمار ،عن حفص الاعور قال : سالت ابا عبد اله علیه السلامعن خضاب اللحیۃ والرأس امن النسۃ؟ فقال: نعم:

حفص اعور نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ سر اور ڈاڑھی کو خضاب کرنا سنت ہے ؟ انہوں نے فرمایا : ہاں !(18)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔رسول اللہ ﷺ نے کبھی لوگوں کے ساتھ ان کی سطح ذہنی سے بڑھ کر گفتگو نہیں فرمائی اور آنخضرت ﷺ نے فرمایا : ہم انبیا کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کریں۔(19)۔حوالہ 'قال رسول الله ﷺ امرنی ربی بمدارۃ الناس کما امرنی بأداء الفرائض'

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔میرے رب نے مجھے لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنے اور واجبات ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔(20)

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:۔میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں غریب مسلمانوں سے محبت کروں۔

آنحضرت ﷺ اور مزاح

'عن معمربن خلاد قال : سالت ابا الحسن علیه السلامفقلت: جعلت فداك الرجل یکون مع القوم فیجری بینهم کلام یمزحون ویضحکون ؟ فقال لأ باس مالم یکن ،فظننت انه عنی الفحش،ثم قال ان رسول الله ﷺ،کان یایته الاعرابی فیهدی له الهدیة ثم یقول مکانه : اعطنا ثمن هدیتنا فیضحك رسول الله ﷺ وکان اذا اغتم یقول : ما فعل الاعرابی لیته اتانا '

معمر بن خلاد نے کہا : میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا !قربان جاؤں !ایک شخص لوگوں کو درمیان مذاق کرتا ہے اور ہنستا ہے (کیا یہ غلط ہے؟)

انہوں نے فرمایا : اگر کوئی برائی نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔(روای کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کی مراد گالی دینا ہے)اس کے بعد انہوں نے فرمایا ایک بدو رسول خدا ﷺ کی خدمت ہدیہ لے کر آیا اور کہا کہ ہدیہ کے پیسے مجھے دیں۔آنحضرت ﷺ اس بات پر مسکرا دیئے پھر جب آپ ﷺ غمگیں ہوتے تو فرماتے۔اے اعرابی تجھے کیا ہوا کاش تم میرے پاس آتے۔(21)

'عدة من اصحابنا ، عن احمد بن محمد بن خالد ،عن اسماعیل بن مهران ،عن سیف بن عمیرة ،عن عمرو بن شمر ،عن جابر،عن ابی جعفرعلیه السلامقال رسول الله ﷺ یأکل لهدیة ولایاکل الصدقه '

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھانے کی جو چیز بطور ہدیہ لائی جاتی تناول فرماتے تھے لیکن صدقہ کو میل نہیں فرماتے تھے۔(22)

امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ رسول خدا ﷺ سر دیوں میں چاہتے تھے کہ شب جمعہ کو گھر سے باہر سفر کے لیے جائیں۔ حوالہ (23)؟

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا اوی الی فراشہ قال: ''اللهم باسمك احيا وباسمك اموت '' فاذا قام من نومہ قال: ''الحمد لله الذی احیانی بعد ما أماتنی والیہ النشور''

امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے جب رسول اللہ ﷺ بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا کرتے "اے اللہ تیرے اسماء سے زندہ ہو تا ہو ں اور تیرے اسماء سے مرتا ہو ں اور جب نیند سے بیدار ہو تے تو فرماتے حمد و ستائش اللہ کی جس نے مجھے مارنے کے بعد زندہ رکھا اور سب اس کی بار گاہ میں حاضر کیے جائیں گے۔ (24)

'محمد بن مروان قال: قال ابوعبد اللہ علیہ السلام: الا اخبرکم بما کان رسول اللہ ﷺ یقول اذا اوی الی فراشہ؟ قلت: بلی، قال کان یقرا آیۃ الکرسی ویقول: ''بسم اللہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت، اللهم احفظنی فی منامی وفی یقظتیی'''

محمد بن مروان نقل کر تے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں بتاؤں کہ جب رسول خدا ﷺ بستر پر تشریف لے جاتے تو کیا پڑھتے تھے۔

میں نے عرض کیا، ہاں انہوں نے فرمایا :آنحضرت ﷺ آیت الکرسی تلاوت کر تے اور فرماتے تھے۔ اللہ کے نام سے میں اللہ پر ایما ن رکھتا ہوں اور طاغوت سے برات کر تا ہوں، اے اللہ! نیند اور بیداری میں میری حفاظت فرما۔ (25)

'سمعت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام یقول: ثلاث من سنن المرسلین: العطر واخذ الشعر وکثرۃ الطروقۃ'

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا : تین کام انبیا کی سنت ہیں، عطر استعمال کرنا، غیر ضروری بالوں کو صاف کرنا، کثرت جماع (26)

'قال ابوعبد اللہ علیہ السلام من اخلاق الانبیا ﷺ حب النسا '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : عورتوں سے محبت انبیا کے اخلاق میں سے ہے۔(27)

'قال رسول اللہ ﷺ جعل قرۃ عینیی فی الصلاۃ ولذتی فی النساء '

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں اور لذت کو عورتوں میں قرار دیا گیا ہے۔(28)

'قال رسول ﷺ کان ابراھیم علیہ السلام غیورا وانا اغیر منہ '

رسول خدا ﷺ نے فرمایا : ابراہیم علیہ السلام غیرت مند تھے اور ان سے زیادہ غیور ہوں۔(29)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: کان صداق النبی ﷺ اثنتی عشرۃ اوقیہ ونشا والاوقیہ اربعون درھما والنش عشرون درھما وھو نصف الاوقیہ '

امام باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا : رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی عورت اور بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا ایک اوقیہ چالیس درہم ہے اور نش بیس درہم ہے۔(30)

'علی بن ابراھیم ،عن ھارون بن مسلم عن مسعدۃ بن صدقہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان ثقب اذن الغلام من السنۃ وختانہ سبعۃ ایام من السنۃ '

امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ساتویں دن بچے کے کان میں سوراخ کرنا اور ختنہ کرنا ،سنت ہے۔(31)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : یہ سنت ہے اور اچھا ہے کہ باپ کے نام پر انسان کی کنیت رکھی جائے۔ حوالہ ؟

قال رسول اللہ ﷺ : ان من السنة ان تاخذ من الشارب حتی یبلغ الاطار '

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : مونچھوں کا اتنا چھوٹا کر نا کہ ہونٹ ظاہر ہوں ،سنت ہے (32)

'سمعت اباعبد اللہ علیه السلام یقول : کان رسول اللہ ﷺ یطلی العانة وما تحت الالیتین فی کل جمعة '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا ﷺ ہر جمعے کو زیر ناف اور رانوں کے بال صاف کرتے تھے۔(33)

'عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال: کان رسول اللہ ﷺ یکتحل بالاثمد اذا الی فراشه وترا وترا'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو آنکھوں میں طاق عدد عدد کے حساب سے آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے۔ (34)

'عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال رسول اللہ ﷺ کان یکتحل قبل ان ینام اربعا فی الیمنی وثلاثا فی الیسری '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ سونے سے پہلے چار مرتبہ دائیں آنکھ میں اور تین مرتبہ بائیں آنکھ میں سرمہ لگاتے تھے۔(35)

'عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال : کانت ارسول اللہ ﷺ ممسکة اذا ھو توضا اخذھا بیدہ وھی رطبة فکان اذا خرج عرفوانه رسول اللہ ﷺ برائحته '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مشک دان (عطر دان)تھا جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو تر ہاتھوں سے اُسے اٹھاتے اور اپنے آپ کو معطر کرتے جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو لوگ آپ ﷺ کی خوشبو سے سمجھ جاتے کہ آپ ﷺ کا اس جگہ سے گزر ہوا ہے۔(36)

'عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال : کان رسول اللہ ﷺ ینفق فی الطیب اکثر مما ینفق فی الطعام'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول خدا ﷺ کھانے سے زیادہ عطر پر خرچ کرتے تھے۔ (37)

'سمعت اباعبد اللہ علیہ السلامیقول : حق علی کل محتلم فی کل جمعة اخذ شاربه واظفاره ومس شی من الطیب، وکان رسول اللہ ﷺ اذا کان یوم الجمعة ولم یکن عنده طیب دعی ببعض خمرنسائه فبلها بالماء ثم وضعها علی وجهه'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر بالغ شخص پر واجب ہے کہ وہ ہر جمعے کو اپنے ناخن کاٹے اور اپنی مونچھوں کو چھوٹا کرے اور خوشبو کا استعمال کرے رسول خدا ﷺ کے پاس اگر جمعہ کے دن عطر نہ ہوتا تو اپنی بعض عورتوں کی اوڑھینوں کو پانی سے تر کرکے اپنے چہرے پر لگاتے تھے (تاکہ کچھ خوشبوحاصل کریں)(38)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :جب بھی عید فطر کے دن آنخضرت ﷺ کے لیے عطر لایا جاتا ،آپ ﷺ سب سے پہلے اپنی عورتوں کو دیتے تھے۔حوالہ ؟

'عن علی علیہ السلامان النبی ﷺ کان لایرد الطیب والحلواء '

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا : نبی اکرم ﷺ حلوا اور عطر کو کبھی واپس نہیں کرتے تھے ،(39)

'عن بن ثابت عن ابی عبد اللہعلیہ السلامقال : قلت انهم یروون ان الفرق من السنة(قال من السنة)قلت : یزعمون ان النبی ﷺ فرق ، قال : مافرق النبی ﷺ ولاکان الانبیا تمسك الشعر'

عمرو بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا بالوں سے مانگ نکالنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا سنت ؟ میں نے کہا لوگ یوں گمان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مانگ نکالا کرتے تھے۔انہوں نے فرمایا : آنخضرت ﷺ نے ہر گز ایسا نہیں کیا اور انبیا کے اتنے لمبے بال نہیں ہوتے تھے (کہ مانگ نکالنی پڑے) (40)

'عن عبد اللہ بن ابی یعفور قال: کنا بالمدینة فلاحانی زرارة فی نتف الابط وحلقه فقلت: حلقه افضل وقال: زرارة: نتفه افضل فاستاذنا علی ابی عبد الله علیه السلامفاذن لنا وهو فی الحمام یطلی قد اطلی ابطیه فقلت لزرارة: یکفیك؟ قال: لالعله فعل هذا لما لایجوز لی ان افعله فقال: فیم انتم؟ فقلت لاحانی زرارة فی نتف الابط وحلقه فقلت : حلقه افضل وقال: نتفه افضل فقال: اصبت السنة واخطاها زرارة حلقه افضل مو نتفه و طلیه افضل وحلقه، ثم قال لنا: اطلیا فقلنا: فعلنا (ذلك) منذ ثلاث فقال: اعیدا فان الاطلاء طهور۔

عبد اللہ بن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینے میں تھے کہ زرارہ سے زیر بغل بالوں کے نوچنے اور مونڈنے کے بارے میں بحث ہو گئی میں نے مونڈنا بہتر ہے زرارہ نے کہا نوچنا بہتر ہے ہم دونوں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور داخل ہونے کی اجازت چاہی انہوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت دی جب کہ وہ حمام میں تھے اور زیر بغل بالوں کو صاف کرنے کے لیے نورہ (چونا) لگایا ہوا تھا، میں نے زرارہ سے کہا: کیا تمہارے لیے (امام کا عمل) کافی نہیں ہے؟ اس نے کہا شاید یہ عمل خود امام سے مخصوص ہو اور دوسروں کے لیے جائز نہ ہو۔اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کیا بحث کر رہے تھے؟ میں نے عرض کیا زرارہ سے زیر بغل بالوں کو نوچنے یا مونڈنے کے بارے میں بحث ہو رہی تھی وہ کہتے ہیں نوچنا بہتر ہے میں کہتا ہو مونڈنا بہتر ہے۔انہوں نے فرمایا: تمہاریء گفتگو سنت کے حوالے سے ہے توزرارہ کی بات درست نہیں ہے، مونڈنا نوچنے سے بہتر ہے اور چونا لگانا مونڈنے سے بہتر ہے۔(41)

'قال رسول الله ﷺ قال لی حبیبی جبرئیل علیه السلام: تطیب وما ویوما لا ویوما لجمعة لا بد منه ولا تترك له '

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے دوست جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ ایک دن چھوڑ کر اپنے آپ کو عطر لگاؤ اور جمعہ کے دن اسے ہر گز ترک نہ کرو۔(42)

'عن ابی الحسن علیه السلامقال: اخذ رسول الله ﷺ حین غدا من منی فی طریق ضب و رجع ما بین المازمین وکان اذا سلك طریقا لم یرجع فیه '

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ صبح سویرے منی سے چلتے تو ضب کے راستے تشریف لاتے اور واپسی پر مشعر اور عرفہ کے درمیان سے گزرتے اور آپ ﷺ ہمیشہ جس راستے سے جاتے واپس کسی اور راستے سے آتے تھے۔(43)

'قال: امیرالمومنین علیہ السلام: البسوا ثیاب القطن فانها لباس رسول اللہ ﷺ وهو لباسنا '

کیونکہ رسول خدا ﷺ سوتی کپڑے کا لباس زیب تن فرماتے تھے اور ہمارا لباس بھی یہی ہے۔(44)

امام رضاؑ کا فرمان ہے کہ رسول خدا ﷺ امیر المومنین علیہ السلام،امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام،امام حسینؑ سید الشہدا ،اور دیگر آئمہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حوالہ ؟

علامہ طباطبائی لکھتے ہیں ،انگوٹھی پہننے اور انگھوٹی کے نقش کے حوالے سے جو کچھ کلینی نے کافی میں نقل کیا ہے اس سے کچھ اختلاف کے ساتھ دیگر متعدد ذرائع سے نقل ہوا ہے۔شیخ صدوق اور دیگر افراد نے یہی روایت کیا ہے۔

کلینی مرحوم اور دوسروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ

'وبهذا الاسناد قال: كان على والحسن والحسين صلوات الله عليهم يتخسمون فى ايسارهم ''عن ابى عبد الله عليه السلامقال: عن كانعلى والحسن والحسين صلوات الله عليهم يتخسمان فء يسارهما '

حضرت علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور ان کے بعد بعض آئمہؑ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے۔(45)

ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ اس سے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننے کا جواز ثابت ہو تا ہے یا پھر زمانے کے تقاضوں کی بنا پر ایسا ہو سکتاہے ،آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ مروی نہیں ہے کہ آپ ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی نہیں پہنتے تھے، لیکن کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ

'عن ابی عبد اللہ قال علیہ السلامما تختم رسول اللہ ﷺ الا یسیرا حتی ترکہ '

کچھ عرصے تک آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی تھی پھر بعد اسے ترک کردیا۔ (46)

' عن احمد بن ابی عبد اللہ قال :قال رسول اللہ ﷺ یکرہ السواد الا فی ثلاث : الخف والعمامۃ والکساء '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ تین چیزوں عمامہ ،جوتا اور عبا کے علاوہ سیاہ رنگ کی چیز پہنانا پسند کرتے تھے۔ (47)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلامان رسول اللہ ﷺ کانت لہ ملحفۃ مورسۃ یلبسھا فی اھلہ حتی یردع علی جسدہ وقال:

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اوڑھنا تھا جسے خوشبودار جڑی بوٹی سے رنگ کیا گیا تھا اور آپ گھر میں اُسے اوڑھتے تھے اور اس کا رنگ آپ ﷺ کے بدن اقدس پر لگ جاتا تھا۔ حوالہ ؟

قال ابو جعفر علیہ السلام کنسا نلبس المعصفر فی البیت '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : جب رسول اکرم ﷺ گرمیوں میں گھر سے باہر جا نا چاہتے تو جمعرات کے دن تشریف لے جاتے اور جب آپ ﷺ سردیوں میں داخل ہو نا چاہتے تو جمعہ کے دن داخل ہوتے۔(48)

'قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلامیقول: ما بیت رسول اللہ ﷺ عدوا قط '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر اکرم ﷺ نے کبھی دشمن پر شب خون نہیں مارا۔(49)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان فی منزل رسول اللہ ﷺ زوج حمام احمر:'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ کے گھر میں سرخ رنگ کے کبوتر وں کا ایک جوڑا تھا۔(50)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: رسول اللہ ﷺ ان یدخل بیتا مظلما الا بمصباح'

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تاریک گھر میں بغیر چراغ کے داخل ہو نے کو منع فرمایا ہے۔(51)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: رسول اللہ ﷺ اذا دخل منزلا قعد فی ادنی المجلس الیہ حین یدخل

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔رسول اکرم ﷺ جب بھی کسی گھر میں داخل ہو تے تھے تو محفل کی پچھلی اور دروازنے کے قریب جگہ پر تشریف فرما ہو تے۔(52)

آنحضرت ﷺ کا مشورہ کر نا

اسحاق بن عمار بیان کر تے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب بھی کسی جنگ پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی عورتوں سے مشورہ کر تے تھے اور پھر ان کے مشورے کے بر خلاف عمل کر تے تھے۔حوالہ ؟؟؟؟

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان اللہ عزوجل لم یبعث نبیا الا بصدق الحدیث واداالامانۃ الی البر والفاجر'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی بھی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر گفتگو میں سچائی اورامانت داری کی وجہ سے خواہ نیک کی ہو یا ظالم کی ۔(53)

1 مہمانی کے آداب

'عن اخیه موسی علیه السلام ان رسول الله ﷺ کان اذا اتاه الضیف اکل معه ولم یرفع یده من الخوان حتی یرفع الضیف (یده) '

امام کاظم علیه السلام نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی مہمان آتا آپ ﷺ اس کے ساتھ کھانا کھاتے اور جب تک مہمان کھانے سے بس نہ کرتا آپ ﷺ کھانا کھاتے رہتے۔(54)

زکوۃ کی تقسیم

'عن ابی عبد الله علیه السلام قال :کان رسول الله ﷺ یقسم صدقة اهل البوادی فی اهل البودی وصدقه اهل الحضر فی اهل الحضر

امام صادق علیه السلام نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ اہل دیہات کو زکوۃ کو دیہاتیوں میں اور شہر والوں کی زکوۃ کو شہریو ں میں تقسیم فرماتے۔(55)

'باسناده عن السکونی عن ابی عبد الله علیه السلام: ان النبی ﷺ اذا بعث بسریة دعالها '

امام صادق علیه السلام نے فرمایا : جب بھی رسول خدا ﷺ کسی لشکر کو بھیجتے تو ان کے لیے دُعا فرماتے ۔(56)

'مسنداًعن طلحة بن زید ،عن ابی عبد الله علیه السلام قال : اعجب رسول الله ﷺ شیی من الدنیا الا ان یکون فیها جائعاً خائفاً '

امام صادق علیه السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھوک اور خوف الٰہی سے بڑھ کر کوئی شی پسند نہ تھی۔(57)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان النبی ﷺ کان اذا بعث امیرا لہ سریۃ امرہ بتقوی اللہ عزوجل فی خاصۃ نفسہ ثم فی اصحابہ عامۃ ثم یقول: اغزبسم اللہ وفی سبیل اللہ، قاتلوا من کفر باللہ ولا تغدروا ولا تغلوا وتمثلوا ولا تقتلوا ولیدا ولا متبتلا فی شاھق ولا تحرقوا النخل ولا تغرقوہ بالماء ولا وتقطعوا شجرۃ مثمرۃ ولا تحرقوا زرعا لانکم لا تدرون لعلکم تحتاجون الیہ ولا تعقروا من البھائم مما یوکل لحمہ الا مالابد لکم من اکلہ واذ القیتم عدو للمسلمین فادعوھم الی احدی فیہ فاقبلوہ منھم وکفوا عنھم۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :جب بھی رسول اکرم ﷺ کسی لشکر کو جنگ کے لیے روانہ کرتے تو امیر لشکر کو خصوصی طور پر لشکر کے باقی افراد کو عمومی طور پر تقویٰ الہیٰ اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے۔اس کے بعد فرماتے ! اللہ کے نام پر اور اللہ کے راستے میں کفار سے جنگ کرو ،(ان کے مقابلے میں)مکرو وفریب سے کام نہ لینا ،خیانت نہ کرنا ،ان کے مردوں کا مثلہ نہ کرنا ،بچوں اور ان افراد کو قتل نہ کرنا جو پہاڑوں میں عبادت میں مشغول ہوں ،درختوں کو آگ نہ لگانا اور نہ ہی انہیں پانی میں ڈبونا ، پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، کھیتوں کو آگ مت لگانا کیونکہ تمہیں علم نہیں کہ ان کی تمہیں ضرورت پڑجائے۔حلال گوشت جانور کو ذبح نہ کرنا مگر ان کا جنہیں کھانا تمہاری ضرورت اور مجبوری ہو۔جب بھی دشمن تمہارے سامنے آئے تو اسے تین چیزوں (اسلام قبول کرنا ،جزیہ دینا ،جنگ نہ کرنا) میں سے ایک کی دعوت دو اگر وہ ان میں سے ایک کو قبول کرلے تو تم تسلیم کرلواور ان سے ہاتھ اٹھالو۔(58)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلامقال: ما اکل رسول اللہ ﷺ متسکما منذ بعثہ اللہ عزوجل الی ان قبضہ وکان یا اکل اکلۃ العبد ویجلس جلسۃ العبد وقلت: ولم ذلک قال: تواضعا للہ عزوجل'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:رسول خدا ﷺ کو جب سے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس وقت سے لے کر آنخضرت ﷺ کے وصال تک کبھی آپ ﷺ نے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا ،ہمیشہ غلاموں کی طرح کھانا کھاتے اور انہی کی طرح بیٹھتے تھے روای کہتا ہے میں نے پوچھا : کیوں ؟ فرمایا : اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کی خاطر (59)

'عن ابی خدیجه قال : سأل بشیر الدهان اباعبد الله علیه السلاموانا حاضر فقال : هل کان رسول الله ﷺ ب اکل متسکئا علی یمینه وعلی یسار ه؟ فقال ما کان رسول الله یا کل متسکئا علی یمینه ولا علی یسار ه ولکن کان یجلس جلسة العبد قلت : ولم ذلك؟ قال : تواضعا لله عزوجل '

ابو خدیجہ نے بیان کیا ہے کہ محفل میں موجود تھا کہ بشیر دھان نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ دائیں یا بائیں طرف ٹیک لگا کے کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا : آنحضرت ﷺ دائیں یا بائیں طرف تکیہ لگا کے کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے ،بلکہ غلاموں کی طرح کھانا کھاتے تھے ،میں نے پوچھا : کیوں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز وانکساری کے لیے (60)

'عن ابی جعفر علیه السلامقال : کان رسول الله ﷺ یاکل اکل العبد ویجلس جلسة العبد وکان ﷺ یا کل علی الحضیض وینام علی الحضیض'

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا : رسول خدا ﷺ غلاموں کی طرح کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھے تھے، زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے اور زمین پر ہی سوتے تھے۔(61)

'عن ابی عبد الله علیه السلام قال : کان رسول الله ﷺ : اذا اکل مع القوم اول من یضع یده مع القوم و آخر من یر فعها الی ان یاکل القوم'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : جب بھی پیغمبر اکرم ﷺ چند افراد کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب سے پہلے کھانا شروع کرتے اور سب سے آخر میں غذا سے ہاتھ کھینچتے تاکہ سب افراد کھا نا اچھی طرح سے کھا لیں۔(62)

'عن ابی عبد الله علیه السلامقال : قال امیرالمومنین علیه السلامعشاء الانبیا بعد العتمة فلا تدعو فان ترك العشاء خراب البدن '

امام محمد باقر علیہ السلام نے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے :انبیا عشاء کے بعد کھانا کھاتے تھے تم شام کا کھانا ترک نہ کرو کیونکہ اس سے بدن میں خرابی پیدا ہو تی ہے۔(63)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ماقدم الی رسول اللہ ﷺ طعام فیہ تمر الا بدا بالتمر'

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : جب بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسا کھانا لایا جاتا جس کے ساتھ کھجور ہو تی تو آپ پہلے کھجور تناول فرماتے۔(64)

'عن وھب بن عبد ربہ قال: رایت ابا عبد اللہ علیہ السلامیتخلل فنظرت الیہ فقال: ان رسول اللہ ﷺ کان یتخلل وھویطیب الفم'

وھب بن عبد ربہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو خلال کرتے ہوئے دیکھا ،میں نے ان کی طرف نگاہ کی تو انہوں نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ خلال فرماتے تھے کیونکہ یہ منہ کی خوشبو کا باعث ہے۔(65)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلامقال: کان رسول اللہ ﷺ یعجبہ العسل '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا ﷺ شہد کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔(66)

'عن سلیمان ابن جعفر الجعفری قال: دخلت علی ابی الحسن الرضا علیہ السلام وبین یدیہ تمر برنی وھو مجد فی اکلہ یاکلہ بشھوۃ فقال لی یا سلیمان ادن فکل قال: فدنوت منہ فاکلت معہ وانا اقول لہ: جعلت فداك انی اراك تاکل ھذا التمر بشھوۃ ؟فقال نعم انی لاحبہ ،قال :قلت: ولم ذالك ؟ قال لان رسول اللہ ﷺ کان تمریا وکان علی علیہ السلام تمریا وکان الحسن علیہ السلام تمریا وکان ابوعبد اللہ الحسین علیہ السلام تمریا وکان زین العابدین علیہ السلام تمریا وکان ابو جعفر علیہ السلام تمریا وکان ابوعبد اللہ علیہ السلام تمریا وکان ابی تمریا وانا تمری وشیعتنا یحبون التمر لانھم خلقو من طینتنا واعداونا یا سلیمان یحبون المسکر لانھم خلقوا من مارج من نار '

سلیمان بن جعفر کہتے ہیں کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ،ان کے سامنے برنی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں جنہیں وہ بڑے شوق سے تناول کر رہے تھے انہوں نے مجھے فرمایا : اے سلیمان قریب آؤ اور، کھاو پس میں نے ان کے ساتھ کھجوریں کھائیں اور میں نے عرض کیا قربان جاؤں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بڑے شوق سے کھجوریں کھا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا :ہاں میں انہیں پسند کرتا ہوں میں نے پوچھا : کیوں؟ انہوں نے جواب یا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو کھجوریں بہت زیادہ پسند تھیں۔امیر المومنین علیہ السلام حسن علیہ السلام ابو عبد اللہ حسین علیہ السلام، سید العابدین علیہ السلام،ابو جعفر علیہ السلام، صادق علیہ السلام اور میرے والد گرامی سب کھجوروں کو بہت پسند کرتے تھے اور میں بھی پسند کرتا ہو ں۔اور ہمارے شیعہ بھی انہیں بہت پسند کرتے ہیں کیونکہ ہمارے شیعہ ہمارے بچے ہوئے مواد سے پیدا کیے گئے ہیں۔اے سلیمان ہمارے دشمن شراب کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ آگ کے شعلوں سے خلق ہوئے ہیں۔(67)

'قال سمعت ابا جعفر و ابا عبد اللہ یقولان : ما علی وجه الارض ثمرة کانت احب الی رسول اللہ ﷺ من الرمان وکان واللہ اذا اکلها احب ان لا یشرکه فیها احد'

امام محمد باقراور امام جعفر صادق علیہم السلام نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ کو روئے زمین پر انار سے زیادہ کوئی پھل پسند نہیں تھا خدا کی قسم جب آپ ﷺ انار تناول فرماتے تو نہیں چاہتے تھے کہ کوئی ان کے ساتھ شریک ہو۔(68)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: کان النبی ﷺ یعجبه ان یشرب فی الانا الشامی وکان یقول هو انظف آنیتکم '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا : رسول اکرم ﷺ کی خواہش ہو تی تھی کہ شامی پیالے میں کوئی چیز نوش فرمائیں اور فرماتے تھے کہ تمہارے برتنوں میں سے صاف ترین ہے۔(69)

'محمد بن الفضیل رفعه عنهم قالو:کان النبی ﷺ اذا کل لقم من بین عینیه واذا شرب سقی من علی یمینه'

محمد بن فضیل نے آئمہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ کھانا کھاتے وقت سامنے بیٹھے ہوئے شخص کو کھانے کی دعوت دیتے اور پانی پیتے وقت اپنے دائیں طرف والے شخص کو پینے کا کہتے۔(70)

'مع ابی عبد اللہ علیہ السلام بعد عتمة وکان یتعشی بعد عتمة فاتی بخل وزیت ولحم بارد فجعل ینتف اللحم فیطعمنیه ویاکل هو الخل والزیت ویدع اللحم فقال: ان هذا طعامنا وطعام الانبیا '

امام صادق علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کھانے کے ساتھ سرکہ اور زیتون سب سے زیادہ پسند تھے اور فرمایا: یہ انبیاء کی غذا ہے۔(71)

'قال رسول اللہ ﷺ: لوان مومنا دعانی الی طعام ذراع شاة لاجبته وکان ذلك من الدین ولوان مشرکا اور منافقا دعانی الی طعام جزور ما اجبته وکان ذلك من الدین ابی اللہ عزوجل لی زبد المشرکین والمنفافقین وطعامهم '

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی مومن مجھے بھیڑ کے بازو کھانے کی دعوت دے تو اسے قبول کروں گا اور یہ دین کا جزء ہے اور اگر کوئی مشرک اور منافق اونٹ ذبح کر کے دعوت دے تو قبول نہیں کروں گا اور یہ بھی دین کا جزء ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین اور منافقین کی عطا اور دعوت سے منع فرمایا ہے۔(72)

'عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: سمت الیهودیة النبی ﷺ فی ذراع وکان النبی ﷺ یحب الذراع والکتف ویکرہ الورك لقربها من المبال '

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا ﷺ کندھے اور بازو کا گوشت پسند فرماتے تھے اور ران کے گوشت کو ناپسند فرماتے کیونکہ وہ پیشاب کے مقام کے قریب ہو تا ہے۔(73)

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو روئے زمین پر انار سے زیادہ کوئی پھل پسند نہیں تھا خدا کی قسم! جب آپ انار تناول فرماتے تو نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے ساتھ کوئی شریک ہو۔(74)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انصار کی طرف سے پکے ہوئے چاولوں کا ایک برتن بطور ہدیہ لا یا گیا آنحضرت ﷺ نے سلمان مقداد اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنھم کو کھانے کی دعوت دی انہوں نے جلدی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں نے تو کچھ کھایا ہی نہیں تم میں سے جو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ ہمارے دستر خوان پر بہترین غذا کھائے۔(75)

حوالہ جات

1۔ کلینی ،ابو جعفر بن یعقوب ،(م329ھ)،اصول من الکافی ،ج1،ص443،باب مولد النبی ﷺ،ح14، تصحیح علی اکبر غفاری ، دارالا ضواء بیروت1405 ھ

2۔ کلینی ،ابو جعفر بن یعقوب ،م329ھ،اصول من الکافی ،ج1،ص444،باب مولد النبی ﷺ،ح17، تصحیح علی اکبر غفاری ،دارالا ضواء بیروت1405 ھ

3۔(اصول کافی ،ج،۲،ص۶۱۵،کتاب فضل القرآن ،باب الترتیل القرآن بالصوت الحن ،ح۴)

4۔(اصول کافی ،ج۲،ص۵۶،کتاب الایمان والکفر،باب المکارم،ح۲)

5۔ (اصول کافی ،ج۲،ص۱۲۲،کتاب الایمان والکفر ،باب التواضع ،ح۵)

6۔(کافی ،ج۲،ص۱۲۹،باب ذم الدنیا والذھد فیھا ،ح۷)

7۔اصول کافی ج۲،ص۴۳۸،باب الاستغفار من الذنب،ح۴

8۔(کافی ،ج۲،ص۵۰۴،کتاب الا یمان دالکفر ،باب الاستغفار ،ح۴)

9۔ (کافی ،ج۷،ص۴۶۳،کتاب الا یمان والنذوروالکفارات ،باب النوادر ،ح۲۰)

10۔(اصول کافی ج۲،ص۶۴۸،باب التسلیم علی النساء ح ،۱)

11۔(اصول کافی ،ج،۲،ص۶۶۱،باب الجلوس،ج،۱)

12۔(کافی ،ج۲،ص۲۴۰،کتاب الایمان والکفر، باب المومن وملاقاتہ وصفاتہ، ،ح۳۵)

13۔(اصول کافی ،ج،۲،ص۸۵، باب العبادہ)

14۔(اصول کافی ،ج۲،ص۱۰۲باب حسن الخلق۔ح۱۵)

15۔(کافی ،ج۲،ص۶۷۱،کتاب العشرہ باب النو ،ح،۱)

16۔(اصول کافی :ج۲،ص۶۴۱، باب الجلوس ،ح،۳)

17۔(کافی ،ج۶،ص۴۸۶،کتاب الزہ والتجمل ، باب اتخاذ الشعر والفرق،ح۵)

18۔(کافی ،ج۶،ص۴۸۱،کتاب الزہ والتجمل ، باب الخضاب،ح۵)

19۔حوالہ موجود نہیں ہے طاہر

20۔(کافی ،ج۲،ص۱۱۶،کتاب الا یمان والکفر، باب المدارۃ ،ح۴)

21۔(کافی ،ج۲،ص۶۶۳، باب الدعابۃ والضحک ،ح،۱)

22۔(کافی ،ج۵،ص۱۴۳،کتاب المعیشۃ ، باب الھدےۃ،ح۷)

23۔حوالہ موجود نہیں ہے طاہر

24۔(کافی ،ج۲،ص۵۳۹، باب الدعا عند النوم والانبتاہ ،ح۴)

25۔(کافی ،ج۲،ص۵۳۶،کتاب الدعا ، باب الدعا عند النوم والانبتاہ ،ح۶)

26۔(کافی ،ج،۵ص۳۲۰،کتاب النکاح ، باب حب النساء ،ح۳)

27۔(کافی ،ج۵،ص۳۲۰،کتاب النکاح ، باب حب النساء ،ح،۱)

28۔(کافی ،ج۵،ص۳۲۱،کتاب النکاح ، باب حب النساء ،ح،۷)

29۔(کافی ،ج۵،ص۵۳۴،کتاب النکاح ، باب الغیرۃ،ح،۴)

30۔(کافی ،ج۵،ص۳۷۵،کتاب النکاح ، باب السنۃ فی المھور ،ح،۱)

31۔(کافی ،ج،۶ص۳۵،کتاب ،العقیقہ ،باب التطہیر ،ح،۱)

32۔ (کافی ،ج۶،ص۴۸۷،کتاب الزی والتجمل ،باب للحیۃ والشارب ،ح،۶)

33۔ (کافی ،ج۶،ص۵۰۷،کتاب الذی والتجمل ،باب النورہ ،ح،۱۴)

34۔(کافی ،ج۶،ص۴۹۳،کتاب الزی والتجمل ،باب الکحل ،ح،۱)

35۔(کافی ،ج۶،ص۴۹۵،کتاب الزی والتجمل ،باب الکحل ،ح،۱۲)

36۔(کافی ،ج۶،ص۵۱۵،باب المسک ،ح،۳)

37۔(کافی ،ج۶،ص۵۱۲،باب الطیب ،ح،۱۸)

38۔ (کافی ،ج۶،ص۵۱۱،باب الطیب ،ح،۱۰)

39۔(کافی ،ج۶،ص۵۱۳،باب کراھۃ الطیب ،ح،۴)

40۔(کافی ،ج،۶ص،۴۸۶کتاب الزی والتجمل ،باب اتخاذ الشعر والفرق ،ح،۴)

41۔(کافی ،ج،۶ص،۵۰۸،باب الابط ،ح،۵)

42۔ (کافی ،ج۶،ص۵۱۱،باب الطیب ،ح،۱۲)

43۔(کافی ،ج۴،ص،۲۴۸،کتاب ،الصیح باب حج النبی ﷺ ،ح،۵)

44۔(کافی ،ج۶،ص۴۴۶،کتاب الزی والتجمل،باب لباس البیاض والقطن ،ح،۴)

45۔ (کافی ،ج،۶ص،۴۶۹،باب الخواتیم ،ح،۱۳،۱۲)

46۔(کافی ،ج۶،ص۴۶۹،باب الخواتیم ،ح،۱۰)،ص۱۸۰. سنن النبی ﷺ۔

47۔(کافی ،ج۶،ص۴۴۹،کتاب الزی والتجمل ،باب لبس السواد ،ح،۱)

48۔(کافی ،ج۶،ص۴۴۸،کتاب الزی والتجمل ،باب لبس المعصفر،ح،۹)

49۔(کافی ،ج۵،ص۲۸،کتاب الجہاد ،باب وصیۃ رسول اللہ ﷺ و امیر المومنین علیہ السلام،فی السرایا ،ح،۳)

50۔(کافی ،ج۶،ص۵۴۸،کتاب الدواجن، باب الحمام ،ح،۱۶)

51۔(کافی ،ج۶،ص۳۲-۵۳۱،کتاب الزی والتجمل ، باب النوادر ،ح،۹)

52۔(کافی ،ج۲،ص۶۶۲،کتاب العشرۃ ، باب الجلوس ،ح،۶)

53۔ (کافی ،ج۲،ص۱۰۴،کتاب الایمان والکفر ، باب الصدق واداء الامانۃ،ح،۱)

54۔(کافی ،ج۶،ص۲۸۶،کتاب الا طعمۃ ، باب الا کل مع الضیف ،ح،۴)

55۔(کافی ،ج۳،ص۵۵۴،کتاب الزکاۃ ، باب الزکاۃ تبعث من بلد الی بلد او تدفع الی من یقسمھا فتضیع ،ح،۸)

56۔(کافی ،ج۵،ص۲۹،کتاب الجہاد ، باب وصےۃ رسول اللہ وامیر المومنین ،ح،۷)

57۔(کافی ،ج۲،ص۱۲۹، باب ذم الدنیا و الزھد فیہا،ح،۷)

58۔(کافی ،ج،۵ص۲۹،کتاب الجہاد ، باب وصےۃ رسول اللہ ؐ وامیر المومنین علیه السلام،ح،۸)

59۔(کافی ،ج۶،ص۲۷۰،کتاب الا طعمۃ ، باب الاکل متکئاً ،ح،۱)

60۔(کافی ،ج۶،ص۲۷۲،کتاب الاطعمۃ ، باب الاکل متکئاً،ح،۷)

61۔(کافی ،ج۶،ص۲۷۱،کتاب الاطعمۃ ، باب الاکل متکئاً ،ح،۶)

62۔ (کافی ،ج۶،ص،۲۸۵، باب ، الاکل مع الضیف ح،۱)

63۔(کافی ،ج۶،ص۲۸۸، باب فضل العشاء وکراھےۃ ترکہ ،ح،۱)

64۔(کافی ،ج۶،ص۳۴۵، باب التمر ،ح،۲)

65۔(کافی ،ج۶،ص۳۷۶، باب الخلال ،ح،۳)

66۔(کافی ،ج۶،ص۳۳۲، باب العسل ،ح،۳)

67۔(کافی ،ج۶،ص۳۴۵، باب التمر،ح،۶)

68۔(کافی ،ج۶،ص،۳۵۲ ، باب الرمان ،ح،۳)

69۔(کافی ،ج٦،ص،٣٨٦کتاب الاشرےۃ ،باب الاوالی ،ح،٨)

70۔(کافی ،ج٦،ص٢٩٩،کتاب الاطعمہ ،باب نوادر،ح،١٧)

71۔(کافی ،ج٦،ص٣٢٨،باب الخل والزیت،ح،٤)

72۔(کافی ،ج٦،ص٢٧٤،باب اجابۃ دعوۃ المسلم ،ح،١)

73۔(کافی ،ج٦،ص،٣١٥کتاب الاطعمۃ ،باب ، فضل الذراع علی سائز الا ضاء ح،٣)

74۔(کافی ،ج٤،ص٣٥٢،باب الرمان ،ح،٣)

75۔ کتاب ؟ (ج٦،ص٢٧٤،باب اجابۃ دعوۃ المسلم ،ح،١)

تحریک حسینی علیہ السلام کے تناظر میں

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

روشن علی

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا لفظی و اصطلاحی مفہوم

امر بالمعروف دو کلموں پر مشتمل ہے : ایک ''امر'' اور دوسرے ''معروف''۔

امر:

لفظی معنی: حکم دینا۔(المنجد مادہ امر) امر نہی کا نقیض ہے۔(لسان العرب، مادہ امر، ج ۴، ص ۲۶)

اصطلاحی معنی: کسی بلند شخصیت کا اپنے سے کسی کمتر شخص سے کسی شی کی طلب کرنے کو امر کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ۔ (1) یعنی اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو۔

کبھی کسی فعل اور شی کو بھی امر کہتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ۔ (2) اور اسی کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے۔

معروف:

لفظِ معروف عَرَفَ سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں: پہچاننا ، جاننا۔(المنجد مادہ عرف)اور معروف ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کی اچھائی عقل و شرع سے ثابت ہو۔

لہٰذا ہر وہ کام جو عقل و شرع کے مطابق ہو اسے معروف کہتے ہیں۔ چنانچہ کسی شخص سے اگر کسی ایسے فعل کی انجام دہی کے لیے کہیں جو عقل و شرع کے مطابق ہو تو اس فعل کے طلب کرنے کو امر بالمعروف کہتے ہیں۔(3)

خلاصہ یہ کہ ہر وہ شے اور ہر وہ فعل کہ جو محبوب و مطلوبِ عقل و شرع ہو اور خدا کی مرضی کے مطابق ہو اسے معروف کہتے ہیں اور ہر وہ چیز کہ جو عقل و شرع کے لحاظ سے ناپسندیدہ اور مذموم ہو اور خدا کی مرضی کے خلاف ہواسے منکر کہتے ہیں۔اس سے زیادہ واضح الفاظ میں اسے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کی عقل کو تقویت دے اس کی روح کی تربیت میں مدد گار ہو اور قرب الٰہی تک پہنچنے کا وسیلہ ہو اسے معروف کہتے ہیں۔اور اس فعل کی انجام دہی کا کسی سے مطالبہ کرنے کو امر بالمعروف کہتے ہیں۔

اسی طرح نہی عن المنکر بھی دو کلموں نہی اور المنکر سے مرکب ہے۔

نہی :

لفظی معنی:۔روکنا منع کرنا۔(المنجد مادہ نہی)

اصطلاحی معنی:۔ کسی بلند شخصیت کی طرف سے اپنے سے کمتر شخص کو کسی فعل سے روکنے ، منع کرنے اور باز رکھنے کو نہی کہتے ہیں۔یعنی کسی فعل کے طلب ترک کو نہی کہتے ہیں۔

منکر:

لفظ منکر نکر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی امر سے ناواقف ہونا ، کسی کو نہ جاننا(المنجد مادہ نکر)منکر وہ قول یا فعل جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ (المنجد مادہ نکر)یعنی ہر وہ چیز جس کی برائی ، قباحت یا مذمت عقل و شرع سے ثابت ہو اسے منکر کہتے ہیں۔

اور ہر وہ فعل جو انسان کی غریزہ حیوانی اور شہوت کو ابھارے ، جو شیاطین جن و انس کی پیروی میں ہو اور انسان کو سقوط و زوال کی طرف لے جائے اسے منکر کہتے ہیں اور ایسے افعال کے مرتکب لوگوں کو ایسے افعال سے روکنے اور باز رکھنے کے عمل کو '' نہی عن المنکر'' کہتے ہیں۔

معروفات و منکرات:

شریعتِ مقدس اسلام میں معروف و منکر کی فہرست بہت طویل ہے۔مثلا۔اعتقادی۔اقتصادی۔ اجتماعی۔سیاسی وغیرہ وغیرہ

ا۔(الف) معروفات اعتقادی

اصولِ عقائد اثباتِ وجودِ خدا، توحید، نبوت ، امامت ، قیامت، حشر و نشر، حساب وکتاب، سوال و جواب، وغیرہ میں بحث و گفتگو ، نشر و تبلیغ کرنا معروفات اعتقادی ہیں۔

(ب)منکرات اعتقادی

شرک و کفر کے نظریات پھیلانا، وجود خدا کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرنا ، انبیائے الٰہی پر تہمت و افتراء باندھنا ، ائمہ اطہار سے دشمنی برتنا، حشر و نشر سے انکار کرنا یا شکوک پھیلانا منکرات اعتقادی ہے۔

۲۔(الف)معروفات اقتصادی

زکوۃ، خمس ، صدقات، نذورات، کسب معاش ، انفاق فی سبیل اللہ ، محرومین و فقراء کی دیکھ بھال کرنا معروفات اقتصادی ہیں۔

(ب)منکرات اقتصادی

ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی بیشی، سود خوری، ملاوٹ کرنا، مسلمانوں کے اقتصاد پر کافروں کو مسلط کرنا، بخل کرنا، لادین اقتصادی نظام کو فروغ دینا منکرات سیاسی ہیں۔

۳۔(الف) معروفات اجتماعی

ایک دوسرے کا احترام کرنا، قیام امن و امان میں حصہ لینا، اتحاد و اتفاق کی دعوت دینا، ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرنا، اخوت و برادری کی فضا قائم کرنا یہ معروفات اجتماعی ہیں۔

(ب) منکرات اجتماعی

معاشرہ میں اختلاف کو ہوا دینا، امن و امان کو خطرے میں ڈالنا، قتل و غارت گری کرنا، فواحش و برائیوں کو رواج دینا منکرات اجتماعی ہیں۔

۴۔(الف) معروفات سیاسی

خدا و رسول کے منتخب نمائندوں کی اطاعت کرنا، اجتماعی، سیاسی، اور اقتصادی مناصب پر اہل ایمان یعنی خدا و رسول اور معاد پر ایمان رکھنے والوں، علم و آگہی رکھنے والوں یعنی شریعت سے آگاہ اور قدرت و صلاحیت کے حامل افراد کو یہ مناصب سونپنا، شریعت کی پاسداری، ملت اسلامیہ کے مصائب و آلام میں خود کو برابر کا شریک کرنا معروفات سیاسی ہیں۔

(ب) منکرات سیاسی

جاہل و نادان، فاسق و فاجر، قسی القلب، بے رحم انسانوں کو حکومت، اداروں کے اعلیٰ مناصب و عہدوں پر نصب کرنا، امت کی رضا کو نظر انداز کرنا، حزب اختلاف یعنی حکومت کے غلط اقدام اور بے جا ظلم و جور پر اظہار رائے کرنے والوں اور ان کے غلط اقدام کی نشاندہی کرنے والوں پر جبر و تشدد کرنا، زندانوں میں محبوس کرنا، فقر و فاقہ میں رکھنا اور حکومت اور امور حکومت کو اپنے مخصوص ایسے پسندیدہ ٹولے کے سپرد کرنا جو لوگوں کے مقدرات سے کھیلتا ہو نیز قوانین کی خلاف ورزی کرنا وغیرہ یہ سارے اعمال منکرات سیاسی ہیں۔(3)

امام حسین علیہ السلام کے قیام کا آغاز

اُس دور میں تمام قسم کے معروفات متروک تھے اور تمام قسم کے منکرات پر عمل کیا جارہا تھا۔ کسی بھی انسان میں منکرات کو روکنے کی جرأت و ہمت پیدا نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کسی نیکی کی طرف کوئی دعوت دینے والا تھا۔ لہٰذا اس وقت اس عظیم فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دینے کے لیے صرف ایک ہی شخصیت موجود تھی جو نواسہ رسول ﷺ اور فرزند علی و بتول تھے، آپ کے علاوہ خانوادہ نبوت کا کوئی اور فرد ایسا نہیں تھا جو اس فریضہ کو انجام دیتا۔ یہ ہی بات امام حسین علیہ السلام نے مدینہ کے گورنر ولید کی دربار میں کہی تھی کہ :۔

'' ایها الامیر انا اهل البیت النبوة و معدن الرسالة و مختلف الملائكة و مهبط الرحمة بنا فتح الله و بنا یختم ۔ یزید شارب الخمر و قاتل النفس المحترمة معلن بالفسق و مثلی لا یبایع مثل یزید و لکن نصبح و تصبحون و ننظرو تنظرون اینا احق بالخلافة و البیعة۔ ''(5)

اے امیر ! ہم خاندان نبوۃ اور معدن رسالت ہیں۔ ہمارے گھروں میں فرشتوں کی آمد و رفت ہوا کرتی ہے۔ اور ہمارے خاندان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ہمارے گھرانے سے شروع کیا اور آخر تک ہمیشہ ہمارا گھرانہ اسلام کے ہمراہ رہے گا۔ لیکن یزید شراب خور ہے ، بے گناہ افراد کا قاتل ہے ، اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پا مال کیا اور بر سر عام فسق و فجور کا مرتکب ہوتا ہے۔ مجھ جیسا شخص کبھی بھی اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرے گا۔ اب ہم اور تم دونوں آنے والے وقت کا انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا زیادہ مستحق ہے۔

امام عالی مقام علیہ السلام نے اس گفتگو میں اپنا یہ موقف کھلے الفاظ میں بیان کردیا کہ وہ یزید کی بیعت اور اس کی حکومت کو غیر قانونی سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف اعلان جہاد کردیا اور اس عظیم فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے آغاز کا اعلان کردیا۔ یہاں امام علیہ السلام نے اپنے خاندان کی ممتاز صفات اور معاشرے میں اپنے مقام کی وضاحت کی جو امت اسلامیہ کی امامت و رہبری کے لیے ان کے استحقاق کی بہترین دلیل ہے۔

اور اس کے بعد یزید کی خامیوں (شراب خور، قاتل نفس محترمہ اور علی الاعلان فسق و فجور کرنے والا) کو بھی بیان کیا ، جو امتِ اسلامیہ کی رہبری اور قیادت کے سلسلے میں اسکے دعوے کے جھوٹے ہونے اور اس منصب کے لیے اس کی نالائقی کی دلیل ہے۔

اسی دوٗر کا حاکم شراب خور (ایسا سنگین مجرم کہ جس کے لیے شریعت نے حد کا حکم دیا ہے)، قاتل نفس محترمہ (ایسا مجرم جو قرآن کی رو سے ناقابل معافی ہے)اور علی الاعلان فاسق و فاجر ہے۔یہ حاکم عوام الناس کی اصلاح کے بجائے فساد کی طرف دھکیل رہا تھا، خود بھی گمراہ تھا اور عوام کو بھی گمراہ کر رہا تھا۔اسی دوٗر میں تمام تر معروفات متروک ہو چکے تھے اور تمام قسم کے منکرات پر عمل کیا جا رہا تھا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ اس سنگین مجرم کو جرم سے روکے یا حکومت سے ہٹالے۔اسی دوٗر میں اگر نوسہ رسول ﷺ بھی خاموش رہتے تو دین کا خدا حافظ ہوتا ، کلمہ توحید کے بجائے کلمہ شرک پڑھا جاتا۔یہی بات امام عالی مقام علیہ السلام نے مروان بن حکم کے جواب میں ارشاد فرمائی کہ:

انا للہ و انا الیہ راجعون وعلی الاسلامِ السلامُ اذ قد بلیت الامۃ براع مثل یزید۔ (6)

انا للہ و انا الیہ راجعون اسلام پر فاتحہ پڑھ لینا چاہیے اگر امت کی رہبری یزید جیسے شخص کے ہاتھوں میں ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر چہ ظاہری طور پر امام حسین علیہ السلام کی جدوجہد اور ان کی شہادت کے پس پشت متعدد عوامل کار فرما تھے لیکن اس عظیم جہاد کا اہم ترین مقصد اس طاقت کو مٹانا تھا جو کہ صرف یہ چاہتی تھی کہ اپنی تمام تر کوتاہیوں اور خامیوں کے با وجود خلافت اسلامیہ کے منصب پر قابض ہو اور ظلم و فساد کی ترویج کرے اور امت اسلامی کو تباہی و بربادی سے دوچار کردے بلکہ درپردہ اس کی خواہش یہ بھی تھی کہ خلافت نہ ہونے کی صورت میں خلافت اسلامی کے نقاب میں چھپ کر اسلام اور قرآن کے خلاف خاندانِ ابو سفیان کے ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنائے جو رسول ﷺ گرامی کے زمانے میں جنگ و جدال کے ذریعے کامیاب نہیں ہو پائے تھے، یعنی یزید کا مقصد تمام تر منکرات کو عام کرنا اور معروفات کو ختم کرنا تھا۔درحقیقت اسی

یزیدی قوت و مقصد کو نیست و نابود کرنا وہ ذمہ داری ہے جسے امام علیہ السلام نے اپنے بعض کلمات میں '' امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' سے تعبیر کیا ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت و فضیلت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جہاد کی اقسام میں سے ہیں، جس کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''الجہاد علی اربع شعب: الامر بالمعروف و النہی عن المنکر و الصدق فی المواطن الصبر و شنئاًن فاسق۔'' (7)

جہاد کی چار شاخیں ہیں: امر بالمعروف، نہی عن المنکر، صبر کے موقع پر صداقت اور فاسق کے ساتھ دشمنی کرنا۔

یہ ہی چاروں چیزیں قیام امام حسین علیہ السلام میں موجود تھیں۔آپ نے اپنے کلام میں مختلف مقامات پر اپنے جہاد کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بتایااور انہیں اس راہ میں جتنی تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں انہیں رضائے الٰہی کی خاطر صبر کرتے ہوئے برداشت کیں اور یزید جیسے فاسق و فاجر انسان کے ساتھ دشمنی رکھی اور انہیں اپنے لہو سے شکست دی۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اصول تمام الٰہی ادیان میں موجود ہے اور اسے تمام انبیاء و رسل ، ائمہ و مؤمنین کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔یہ مسئلہ صرف شرعی اور فقہی مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ انبیاء و رسل کی رسالت و نبوت کا معیار اور ان کی بعثت کی ایک علت بھی تھا۔کیونکہ یہ مادی کائنات حق و اباطل ، خیر و شر، نیکی و بدی، اچھائی و برائی ، نور و ظلمت، اور فضائل و رذائل کے دائمی ٹکراؤ کی جگہ ہے۔اور یہ امور کبھی آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو جاتے ہیں کہ ان کی پہچان اور ان پر عمل سخت مشکل ہو جاتا ہے۔الٰہی ادیان میں لوگوں کو حق و باطل ، خیر و شر، خوب و بد، نور ظلمت اور فضیلت و رذیلت کی پہچان کرواتے ہوئے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ہر معروف کو انجام دیں اور ہر منکر سے رک جائیں ، یوں وہ اس ہدایت کے ذریعے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کیے جاتے ہیں۔اسی لیے قرآن کریم نے مسلم امۃ کو بہترین امت کہا ہے کہ

''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ۔ ''(8)

ترجمہ: " تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئ ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو تمام امتوں سے بہترین اور افضل قرار دیاہے۔اس امت محمدی ﷺ میں سے کربلا والوں سے بڑھ کر کون افضل ہو سکتا ہے ؟ جنہوں نے دین خدا کی سربلندی کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے مشعلِ راہ بن گئے۔اور وہی بانیانِ انقلاب ہیں ، انہی لوگوں نے اسلام کا صحیح تعارف کروایا اور خداوند کریم سے اپنے کئے ہوئے وعدہ کو سچ ثابت کیا۔قرآن نے ان کا قصیدہ یوں بیان کرتا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (9)

مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

رسول اکرم ﷺ نے اس اہم شرعی فریضے کی اہمیت اور خاص مقام و مرتبہ کو بیان فرمایا ہے کہ:۔

''من امر بالمعروف و نهي عن المنكر فهو خليفة الله في الارض و خليفة رسوله۔'' (10)

جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہے وہ زمین پر اللہ تعالی کا نائب اور اس کے رسول جانشین ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں بیان ہے کہ:۔

''من امربالمعرواف ونهي عن المنكر فهوخليفة الله في الارض وخليفة كتابه و رسوله۔''(11)

جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہے وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب اور اس کی کتاب اور اس کے رسول جانشین ہے۔

ان دونوں احادیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے شخص کے لیے اللہ کے حبیب اور ہمارے پیارے رسول صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اللہ کا، اس کی کتاب اور اس کے رسول کا خلیفہ قرار دیا ہے۔

لہٰذا امام حسین علیہ السلام چونکہ اس منصب کے اہل ہونے کی وجہ سے اپنے منصوص فریضہ کو انجام دینے کے لیے قیام فرمایا۔

امام حسین علیہ السلام ایک روایت نقل کرتے ہیں جن کے ایک چند جملے یہ ہیں:۔

''فبدأ الله بالامر بالمعروف و النهي عن المنكر فريضة منه لعلمه بانها اذا اديت و اقيمت استقامت الفرائض كلها هيّنها و صعبها و ذالك ان الامر بالمعروف و النهي عن المنكر دعاء الاسلام مع رد المظالم و مخالفة الظالم و قسمة الفيء والغنائم و اخذ صدقات من مواضعها و وضعها في حقها۔'' (12)

پس اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کرنااس دوٗر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ جس پر شریعت قائم ہے متروک تھا۔ جو بھی اس فریضے پر عمل کے لیے قیام کرتا تھا، لقمہ اجل بنتا یا تاریک زندانوں میں دھکیل دیا جاتا۔ یہاں تک کہ یہ فریضہ بالکل متروک ہو گیا تھا۔ چنانچہ امام حسین علیه السلام نے معاویہ کی موت سے ایک سال قبل منیٰ میں اصحاب ، تابعین، علماء، و مقتدر شخصیات کو دعوت دے کر ان سب کو اس اہم فریضے کو ترک کرنے پر مورد عتاب وملامت قرار دیا اور ان کو عذاب الٰہی کی خبر دی۔اس خطبے ۱۳ کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

(اے اکابرین اسلام) اے لوگو! عبرت و نصیحت حاصل کرو قرآن کے اس موعظہ سے جو خدا اپنے اولیاء کو قرآن مجید میں کرتا ہے اگر تم اپنے آپ کو اولیائے خدا، دیندار اور مخاطب قرآن سمجھتے ہو تو تمہیں(عالم اسلام

کے اس اہم مسئلہ سے) لاتعلق نہیں رہنا چاہیے اور اس سلسلے میں احساس ذمہ داری کرنا چاہیے ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قرآن میں خداوند عالم نے کئی دفعہ عیسائی اور یہودی علماء پر تنقید اور ان کی مذمت کی ہے کہ دیندار افراد اور افراد معاشرہ اور حکومت میں نا انصافی اور فساد دیکھ کر بھی خاموش ہیں۔ کیوں اعتراض نہیں کرتے ہو؟ اور آواز بلند نہیں کرتے ؟ پھر دوسری آیت کی تلاوت فرماتے ہیں جس میں بنی اسرائیل کے ان افراد کی مذمت کی گئی ہے جو کافر ہو گئے تھے۔وہ کافر ہونے والے لوگ کون تھے ؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہی (ترک) کیا تھا۔

قرآن ان کے بارے میں کفر کی تعبیر بیان کرتا ہے

''لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ'' کہ کس قدر برا کام انجام دیتے ہیں۔

خدا واند عالم مسیحی ، یہودی اور سابقہ ادیان کے ماننے والے علماء کی کیوں مذمت کرتا ہے ؟ اس لیے کہ :

''کانوا یرون من الظلمة الذین بین اظهرهم المنکر و الفساد۔''

ظالمین ان کے سامنے ظلم کر رہے تھے اور یہ دیکھتے تھے لیکن خاموش رہتے تھے اور ظلم کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے تھے۔

''لاینهونهم عن ذالك۔''

لاتعلق ہو کر ایک طرف ہو جاتے تھے اور انہیں روکتے نہیں تھے

خدا عالم ایسے لوگوں کو کافر معاشرہ میں روا ہے اس پر خاموش ہو اور ہر برے فعل کی توجیہہ کرتے ہواور اسے اسلامی اور شرعی رنگ دینے کی کوشش کرتے ہو، تاکہ گرفت میں نہ آ سکو ؟ کیا ہوا کیوں خاموش ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ہاں میں جانتاہوں‌کہ کیوں خاموش ہو اور کیوں نہیں عن المنکر نہیں کرتے اور کیوں ان ظالموں سے تم نے ساز باز کر لی ہے۔'' رغبة فی ما کانوا ینالون منهم و رهبة مما۔'' تم میں سے بعض وہ ہیں جو ان سے ذاتی مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کچھ ان سے خوفزدہ ہیں کہیں ان کے مفادات پر ضرب نہ

پڑے۔تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو لالچی اور دلدادہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کیوں اپنے آپ کو مشکل میں ڈالیں اور نہی عن المنکر اور اعتراض و تنقید کے ذریعے خطرات مول لیں فی الحال تو ہمیں ذاتی طور پر ان (بنی امیہ کی حکومت) سے کوئی نقصان نہیں ہے۔

تم لوگوں نے لالچ اور خوف کی وجہ سے سکوت اختیار کیا ہے اور اعتراض نہیں کرتے ، کیا قرآن نہیں پڑھتے کہ

''لَاتَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ۔'' لوگوں (حاکموں اور ظالموں) سے نہ ڈرو بلکہ مجھ (اللہ) سے ڈرو،

کیا تم نے آیت کی تلاوت کبھی کی ہے؟ اور کیا کبھی سورۃ توبہ کی اکہترویں آیت کی تلاوت نہیں کی ہے ، جس میں کہا گیا ہے کہ

''اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ''

مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کی نسبت ولایت اجتماعی رکھتے ہیں اور حق رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے مسائل میں دخل دیں۔

اس طرح کہ ایک دوسرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔خدا وند کریم نے یہ حق دیا ہے کہ تم ایک دوسرے کے سلسلے میں لا تعلق نہ رہو بلکہ تمہیں ایک دوسرے کے حق کے بارے میں حساس ہونا چاہیے۔امر بالمعرو و نہی عن المنکر جس کا مطلب ہمیشہ نظارت، تعمیری تنقید اور صحیح اعتراض کرنا ہے۔اسی طرح نیکی اور عدل و انصاف کی ترغیب دینا ، ظلم و ستم اور ناانصافی کے خلاف قیام کرنا ، اگر صرف اس فریضہ پر عمل ہو تو باقی تمام فرائض بھی نافذ و جاری ہو سکیں گے۔فقط اسی حکم پر عمل پیرا ہو جاؤ ، خوف زدہ نہ ہو اور دنیا کے پیچھے نہ جاؤتو دیگر تمام مسائل بھی درست ہو جائیں گے۔افسوس تم اسی ایک فریضہ سے پہلوتہی کرتے ہو اور اس پر عمل کرنے کے لیے راضی نہیں ہو لیکن یاد رکھو!کہ میں اس پر عمل کرنے والا ہوں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین و اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے لیکن یہ دعوت محض زبانی نہیں ہے کہ اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ، اسلام سب سے اچھا دین ہے یا اسلام کے خلاف اٹھنے والے بعض شبہات کے جواب دے ددو اور فرض ادا ہو گیا۔نہیں ! بلکہ اسلام کیطرف دعوت دینا ''ردّ مظالم'' کے ساتھ ہے۔اور رد مظالم کا مطلب یہ ہے کہ تمام نا انصافیوں کا عملا خاتمہ کیا جائے، یہ نہیں کہ صرف کہہ دینے پر اکتفا کرلیا جائے کہ '' عدالت '' اچھی چیز اور '' ظلم '' بری چیز ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں اور سب انسانوں کے نزدیک یقینی اور عقلی ہے اور اسے سمجھنے کے لیے شریعت کی بھی احتیاج نہیں ہے۔اس طرح کے نعرے اور بیانات کہ ظلم برا ہے اور عدل و انصاف اچھی چیز ہے کس درد کی دوا ہیں؟یہ زبانی جمع خرچ کسی کام کی نہیں بلکہ تمہاری ایک شرعی ذمہ داری ہے جسے رد مظالم کہتے ہیں یعنی ظلم و ستم کے مقابلے میں عملی قیام کرنا ، کو ختم کرنے کی کوشش کرنا اور عدل و انصاف کا ماحول فراہم کرنا یہ تمہارا وظیفہ اور فرض ہے۔

ظلم بغیر ظالم کے نہیں ہوسکتا لہٰذا'' مخالفة الظالم'' ظالم کی مخالفت کرنا ضروری ہے، اس سے الجھنا اور جنگ کرنا بھی ضروری ہے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنا کہ ظلم و ستم بند کر دو ورنہ جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ یعنی ضروری ہے کہ ہم اعتراض بھی کریں اور ظالم کے گریبان پر ہاتھ بھی ڈالیں۔ اور ''قسمة الفی والغنائم'' یعنی عدل و انصاف کے ساتھ بیت المال اور اجتماعی اموال وثروت کی تقسیم بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا انتہائی اہم جزو اور موقع ہے۔اموال عمومی کی عادلانہ تقسیم بھی حکم خدا ہے۔اس طرح '' اخذ الصدقات'' یعنی ثروت مند لوگوں سے مالیات و ٹیکس لینا اور اسے غرباء و مساکین میں تقسیم کرنا یہ شرعی وظیفہ ہے۔

تم لوگ کہ جو اچھے اور نیک لوگ سمجھے جاتے ہو اور علماء دین کہلائے جاتے ہے۔لوگوں میں تمہاری ہیبت خدا کی وجہ سے ہے۔تم سے بزرگان اور ضعیف و ناتواں دونوں حساب لیں گے۔سب دین کی وجہ سے تمہارا احترام کرتے ہیں اور تم خود کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ تم ان پر کسی قسم کی فضیلت نہیں رکھتے اور تم نے ان کے لیے کوئی بھی خدمت انجام دی۔لوگ مفت میں تمہارا احترام کرتے ہیں اور تمہاری سفارش کو قبول کرتے ہیں۔تم دین کی وجہ سے اپنی بات میں اثر رکھتے ہو اور لوگ تمہاری بات سنتے ہیں۔تم راستے میں

بادشاہوں کی طرح چلتے ہو ، ذرا بتاؤ کہ کس طرح اس اعتبار و احترام کی منزل تک پہنچے ہو۔یہ احترام صرف اس لیے ہے کہ لوگ تم سے توقع رکھتے ہیں کہ تم خدا کی خاطر اور اس کی راہ میں قیام کرو لیکن تم اکثر موقعوں پر وظیفہ الٰہی انجام دینے اور حقوق الٰہی ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہو اور آسمانی اور الٰہی رہبروں کے حق کو حقیر سمجھتے ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

''فاماحق الضعفاء فضیعتم''

یعنی تم لوگوں نے محروم اور مستضعف افراد کے حق کا ضایع کر دیا اور ان کے حق کے سلسلے میں کوتاہی کی اور خاموش رہ کر ان کے حق کو ضایع کر دیا۔

اماحقکم بزعمکم فطلبتم'' لیکن ہر وہ چیز جسے تم اپنا ذاتی حق سمجھتے تھے اس کو تم نے ضرور طلب کیا۔

جہاں بھی محرومین اور فقراء کا حق تھا اس میں لیت و لعل سے کام لیا اور کہتے تھے کہ انشاء اللہ خدا آخرت میں ان کے اس حق کو لوٹا دے گا لیکن جہاں بھی تمہارا ذاتی مفاد تھا اس کا مطالبہ شدّت سے کیا اور صرف اس سلسلہ میں تم نے قیام کیا آخر کیوں؟تم نے نہ خدا کی راہ میں کوئی مال خرچ کیا اور نہ ہی اقدار اور عدالت کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کیا ، نہ اس بات پر تیار ہوئے کہ اسلام اور عدالت خواہی کے لیے اپنی قوم و قبیلہ اور دوستوں کی مخالفت مول لو اور ان سے اس سلسلہ میں الجھو۔ان تمام کوتاہیوں کے باوجود خدا سے جنت کے طلبگار ہو؟ اس آرام طلبی، دنیا پرستی اور سکوت کے باوجود اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ جنت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں رہو گے؟

''لقد خشیت'' میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ خدا آج کل میں ہی تم سے انتقام نہ لے لے جبکہ تم جنت اور جوارِ انبیاء کے منتظر ہو۔جان لو! کہ خدا تم سے انتقام لے کر رہے گا۔ تمہارا مقام خدا کے کرم کی وجہ سے ہے، تمہاری اپنی کوئی خوبی نہیں ہے۔تم الٰہی انسانوں، مجاہدوں اور عدالت خواہوں کا احترام و اکرام نہیں کرتے

اور وظیفہ شناس لوگوں کی قدر نہیں کرتے اب جبکہ خدا کی وجہ لوگوں کے درمیان محترم ہو تو کیوں آرام سے بیٹھے ہوئے ہو؟ کیوں آواز بلند نہیں کرتے ہو؟ جبکہ

''لبعض ذمم آباء کم تفزعون و ذمة رسول الله محقورة''

خدا کا عہد توڑا جا رہا ہے حالانکہ تمہارے باپ کا میثاق اور عہد و پیمان ٹوٹ جائے اور اس کی بے حرمتی ہو جائے تو تم چین سے نہیں بیٹھتے اور فوراً آواز بلند کرتے ہو جبکہ اس کے برعکس جب خدا اور پیغمبر صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا عہد و پیمان پامال ہو تا ہے تو تم کوئی آواز بلند نہیں کرتے اور سکوت اختیار کر لیتے ہو اور بہانے تراشتے ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

'' الاعمی و البکم و الزمن فی المدائن مهملة''

گونگے ، بہرے ، اپاہج ، اندھے، فقیر اور بے چارے لوگو اسلامی سرزمین اور شہروں میں لاوارثوں کی طرح پھر رہے ہیں اور کوئی ان کا پرساں حال نہیں ہے۔''ولایرحمون'' کوئی ان پر رحم نہیں کرتاتم اپنے دینی اور الٰہی وظیفہ پر عمل کرتے اور جب کوئی اپنے اس الٰہی وظیفہ پر عمل کرنا چاہے جیسا کہ میں (حسین ابن علی) تو تم اس کی مدد نہیں کرتے۔عہد خدا کو پامال کیا گیا لیکن تم نے آواز بلند نہیں کی ، عہد خدا یہ ہے کہ ناچار ، اپاہج اور محروم لوگ اسلامی شہروں میں بھوکے نہ رہیں اور ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کی مدد نہ کریں، یہ ہے خدا کا میثاق جس میں تم نے خیانت کی ہے۔''بالادهان و المصانعة عند الظلمة تعلمون''

تم لوگوں نے ہمیشہ حکومت کی چاپلوسی اور اس سے ساز باز میں لگے رہتے ہوتاکہ تمہیں چین اور آسائش میسر آئے لیکن عوام الناس کے سکون و آسائش کی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔تم اپنے مفادات کو اہم سمجھتے ہو لیکن غرباء اور فقراء کے بارے میں عہدِ خدا و رسول ﷺ کو اہمیت نہیں دیتے ہو۔

یہ تمام محرمات الٰہی میں سے تھے جن کو تمہیں ترک کرنا چاہیے تھا لیکن تم نے ترک نہ کیا تمہیں ان ظالموں کو نہی عن المنکر کرنا چاہیے تھا جو نہی کیا۔

''انتم اعظم الناس مصیبة لما غلبتم علیه منازل العلماء لو کنتم تشعرون''

یاد رکھو تمہارا عذاب بھی بہت بڑا ہوگاچونکہ تم عالم دین بھی ہواور پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے صحابی بھی ہواور لوگوں کی نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں اور لوگ تمہیں نمائندہ اسلام بھی سمجھتے ہیں۔

''مجاری الامور و الاحکام بایدی العلماء باللہ''

یعنی حکومت کے اجرا کی ذمہ داری اور مدیریت اور رہبری معاشرے میں علماء الٰہی کے پاس ہونی چاہیے جو کہ حلال و حرام خدا کے امانت دار ہیں لیکن یہ مقام تم سے چھینا جا چکا ہے اور آج حکومت علماء کے ہاتھوں میں نہیں ہے۔

''انتم المسلوبون تلك المنزلة''

جانتے ہو کیوں تم سے حکومت و اقتدار چھین لیا گیا؟اس لیے کہ تم پرچم حق تلے متحد نہ ہوئے ، متفرق ہو گئے ، خدا کی سنت کے گارے میں تم نے اختلاف کیا جبکہ تمام باتیں اتم روشن تھیں۔

''ما سلبتم الا بتفرقکم عن الحق بعد البینة الواضحة لو صبرتم علی الاذی و تحمّلتم المؤنة فی ذات اللہ''

اگر تم خدا کی راہ میں اذیت ، رنج، توہین اور شکنجہ برداشت کرنے کے لیے تیار ہوتے تو حکومت آج تمہارے ہاتھ میں ہوتی لیکن تم اس بات پر تیار نہیں ہو کہ اسلام کی راہ میں رنج اٹھاؤ۔ ''ولکنکم مکنتم'' تم لووگوں نے غیر عادل افراد اور ظالموں کو امور الٰہی اور حکومت سونپ دی۔اب وہ لوگ شبہات اور اپنی شہوات کے مطابق حکومت کر رہے ہیں اور حکومت کو دین سے جدا کر دیا ہے۔پس کس چیز نے ان کو اسلامی معاشرہ پر مسلط کیا ؟۔

''سلطھم علی ذالك فرارکم من الموت''۔ تمہارا موت سے فرار کرنا ان کے معاشرہ پر تسلط کا سبب بنا۔

تم لوگ موت سے ڈرتے ہو ، شہادت سے بھاگتے ہواور یہی موت سے فرار ہونا ان کے معاشرہ پر مسلط ہونے کا سبب ہے۔ تم دنیا کی زندگی سے دل لگا بیٹھے ہوحالانکہ یہ زندگی تمہارے ساتھ بے وفائی کرے گی لیکن پھر بھی اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے لیکن یاد رکھو جو شخص بھی راہ خدا شہید نہ ہو باالآخر موت اسے پالے گی۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ اگر شہید نہ ہوئے تو ابد تک زندہ رہوگے؟ یاد رکھو کچھ عرصے بعد ذلت کی موت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ تم دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتے لیکن دنیا تمہیں چھوڑنا چاہتی ہے۔ پس اے گروہ علماء الٰہی ! وقت گزرنے سے پہلے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالو اپنی جانوں کو دین اور اقدار کی راہ میں خرچ کرو اور قربانی دو۔

''اسلمتم الضعفاء فی ایدیھم''۔ تم نے ان ضعفاء ، فقراء اور محرومین کو جکڑ کر ظالم حکومت کے حوالے کردیا۔

''فمن بین مستعبد مقھور''۔ لوگوں کا ایک گروہ ان کا غلام بن چکا ہے اور ان کے پاؤں تلے روندا جا رہا ہے۔

''و بین مستضعف علی معیشة مغلوب''۔ ان میں سے بعض غریب اور فقیر ہیں دو وقت کی روٹی بھی انہیں میسر نہیں ہے۔

''یتقلبون فی الملك بآرائھم''۔

وہ لوگ جس طرح چاہتے ہیں اپنی ہوا و ہوس کے تحت حکومت کرتے ہیں اور محروم طبقہ اس ملک میں بیچارگی اور مظلومیت کی زندگی گزار رہا ہے اور بالکل تنہا ہے ان کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

''فی کل بلد منھم علی منبرہ خطیب یصقع''۔

ہر شہر میں انہوں نے اپنے خطیب معین کئے ہوئے ہیں جو رائے عامہ کو ان کے لیے ہموار کرتے رہتے ہیں اور ان کا کام عوام سے جھوٹ بولنا اور فریب دینا ہے۔

''فاید یهم فیها مبسوطة و الناس لهم خول''۔

ان کا ہاتھ کھلا ہوا ہے لیکن عوام کے ہاتھ انہوں نے باندھ دیئے ہیں تاکہ اپنا دفاع نہ کر سکیں۔

''لایدفعون ید لامس''۔

لوگ اپنی طرف بڑھنے والے ظالم ہاتھ کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان میں دفاع کی قدرت نہیں ہے یہ تمام مناظر تم دیکھتے ہو لیکن تمہیں کوئی ملال نہیں ہوتا کہ کیوں فقراء اور محروم لوگ ملک میں بے یارو مددگار اور خالی پیٹ زندگی گزار رہے ہیں۔

''جبار عنید علی الضعفة شدید''۔

یہ ظالم ستمگر صاحبان اقتدار ہیں جو کمزوروں اور محروموں پر اسلامی تعلیمات کے خلاف حکومت کرتے ہیں۔ افسوس کہ بے چون و چرا ان کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ یہ لوگ نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ ہی آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

''مطاع لایعرف المبدی و المعید فیاعجبا''۔

واقعا عجیب ہے اور کیوں میں تعجب نہ کروں؟ مجھے تم پر تعجب ہے کہ ظالموں کے پاؤں تلے زمین صاف اور استوار ہے حتیٰ کہ معمولی نشیب و فراز اور رکاوٹ نہیں کہ ان کا پاؤں اس سے ٹکرائے اور وہ گریں جبکہ اسلامی معاشرہ ان کے پاؤں تلے روندا جا رہا ہے اور کوئی اس کا دفاع کرنے والا نہیں ہے۔ دھوکہ باز اور خائن افراد حکومت کر رہے ہیں۔ ''وعامل علی المؤمنین بهم غیر رحیم''۔

حکومتی کارندے محبت و لطافت، مہربانی اور انسانیت کی بو سے بھی بے بہرہ ہیں اس کے باوجود تم خاموش ہو۔

اس کے بعد امام علیہ السلام بارگاہ خدا میں فریاد کرتے ہیں :

''اللھم انك تعلم انه لم يكن ما كان منا تنافسا في سلطان''۔

خدایا ! تو جانتا ہے کہ ہمارا یہی قیام حکومت و اقتدار کی لالچ اور دنیا طلبی کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف تیرے دین کی سربلندی اور نفاذ شریعت کے لیے ہے۔

انہوں نے خدا کی راہ میں موجود ہدایت کے چراغوں کو بجھا دیا ہے جو دین کے راستے کا پتہ بتاتے تھے اور میں چاہتا ہوں کہ چراغوں کو دوبارہ روشن کروں۔ میرا قیام اس وجہ سے ہے کہ لوگ سرگرداں ہو چکے ہیں ، میں ان کو ہدایت کے راستے سے آشنا کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا کہ ان خواب آلود چہروں پر اپنے خون کے چھینٹے ماروں تاکہ یہ بیدار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگ دوبارہ حقیقت کو پالیں چاہے اس راہ میں میرا خون بہہ جائے۔خدایا میں نے تیرے دین کی نشانیوں کو دوبارہ قائم کرنے اور تیری زمین میں واضح اصلاح کرنے کے لیے قیام کیا ہے۔اگر ان تمام باتوں کو سننے کے باوجود تم اور تمہارے ساتھی ہماری مدد نہ کروگے تو جان لو کہ یہ ظالم پہلے سے زیادہ تم پر مسلط ہو جائیں گے اور اس قدر ظلم و ستم میں آگے اور اس قدر ظلم و ستم میں آگے بڑھیں گے کہ نور پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ہمیشہ کے لیے خاموش کردیں گے۔ بہر حال اگر تم ہم سے ملحق نہ ہوئے اور ہمارا ساتھ نہ دیا تو ہمارے لیے ہمارا خدا کافی ہے اسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وحسبنا الله وعليه توكلنا واليه انبنا واليه المصير۔

میں نے تم پر اتمام حجت کردیا ہے۔تم میری مدد کرو یا نہ کرو میں راہ خدا میں جہاد کروں گا اور دین کی سربلندی کی خاطر اپنے خاندان اور محبین کی جان کا نذرانہ پیش کروں گا اور اپنے خون سے دین کی آبیاری کروں گا۔

قرآن کریم میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہ کرنے کو گزشتہ اقوام کے زوال و انحطاط اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے قوانین کی نابودی کا بنیادی سبب قرار دیتاہے ااور کہتا ہے کہ :

فَلَوْلَا کَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْھَوْنَ عَنِ الْفَسَا دِفِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْھُمْ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِیْہِ وَ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ۔ (14)

پس کیوں نہ تم سے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے صاحبانِ عقل پیدا ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے، سوائے ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گنہگار تھے۔

امام حسین علیہ السلام کاوصیت نامہ اپنے بھائی محمد حنفیہؓ کے نام

امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کو جو وصیت لکھ کر دی اس کے ابتدائی حصہ میں آپ نے خداوند متعال کی وحدانیت کی گواہی کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رسالت کی گواہی دی ، اس کے بعد جنت و جہنم کے حق ہونے کا اور آخرت کا ذکر کیا۔(یعنی آپ نے توحید ،رسالت اور آخرت کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کیا) اس کے بعدارشاد فرمایا:۔

''و انی لم اخرج اشرا و لا بطرا و لا مفسدا و لاظالما و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی (ص) ارید ان امر بالمعروف و انھی عن المنکر و اسیر بسیرة جدی و ابی علی ابن ابی طالب فمن قبلنی بقبول الحق فاللہ اولیٰ بالحق و من ردّعلی ھٰذا اصبرحتی یقضی اللہ بینی و بین القوم و ھو خیرالحاکمین۔''(15)

میرا یہ قیام کرنا نہ خود پسندی اور تفریح ہے، نہ طغیانی اور تکبر و غرور کے لیے ہے، نہ فساد برپا کرنے کے لیے اور نہ ہی ظلم کے لیے ہے۔میں اس لیے قیام کر رہا ہوں کے نانا کی امت کی اصلاح کروں۔میں امر بالمعروف اور نہی عن لمنکر کرنا چاہتا ہوں۔اور میں اپنے نانا اور اپنے باپ کی سیرت پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ اب اگر کوئی میری دعوت کو حق سمجھ کر قبول کرے تو اس نے اللہ کا راستہ اختیار کیا ہے اور اگر میری دعوت کو مسترد کر دے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کرے ، اور اللہ ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

امام عالی مقام کے اس وصیت نامہ میں تین چیزیں قابل ذکر ہیں۔

الف۔ اس وصیت نامہ میں امام علیہ السلام نے اپنے مقصدِ قیام میں چار صفات رذائلہ کی نفی کرتے ہیں۔

ان کی مختصرا لفظی وضاحت درج ذیل پیش کی جا رہی ہے۔

۱۔اشرا : مغرور ہونا ، اکڑ ہونا،خود پسندی، تکبر ، طغیانی۔

۲۔بطرا: زیادہ نعمت میں پڑ کر اتراجانا، بہک جانا۔اگر حق کی معنی میں استعمال ہو تو تکبر کے سبب سے حق کے قبول کرنے سے انکار کرنا۔اگر بمعنی الشی ہو تو پسندیدہ شے کو نا پسند کرنا۔اگر بمعنی النعمۃ ہو تو جہل و تکبر سے نعمت کو حقیر جاننا اور اس کا کر بجا نہ لانا۔

۳۔مفسدا : فساد برپا کرنے والا ،یہ لفظ فساد سے نکلا ہوا ہے جس کے معنی ہیں: خراب ہونا، بگڑ جانایعنی تباہی و فسادیہ لفظ صلح کی ضد ہے۔اس کے معنی بنیں گے کسی چیز کا اپنے توازن سے نکل جانایعنی کوئی چیز اپنے تناسب اور توزن سے نکل جائے گی تو فساد کا موجب بن جائے گی۔

۴۔ظالما: ظلم کرنے والا ، یہ لفظ ظلم سے نکلا ہوا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا غلط استعمال ، کسی چیز کو غیر محل رکھنا ، شرارت ،ظلم اور حق کی کمی ، نقص، تعدی، تجاوز ، کسی غیر کی چیز پر قبضہ کرنایاکسی دوسرے کے ملک یا حد پر قبضہ کرنا۔

ب۔ تین چیزوں کو داخل مقصد کیا

۱۔طلب اصلاح امت جدی

لفظ اصلاح ''صلاح'' سے لیا گیا ہے۔جس کے معنی ہیں درست و ٹھیک ہونا، خرابی کا دور ہونا، کسی چیز کا اچھا ہونا اور شائستہ ہونا، کسی انسان کا نیک ہونااورکام میں درست ہونا۔یہ لفظ فساد کی ضد ہے۔یعنی جہاں فساد ہو گا وہاں صلاح نہیں ہوگی اور جہاں صلاح ہوگی وہاں فساد نہیں ہو سکتا۔دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے

ہیں کہ اگر امت فاسد ہو جائے تو اس سے صلاح کی توقع نہیں کی جا سکتی جب تک کہ اس امت کی اصلاح نہ کی جائے۔یہی مقصد امام عالی مقام علیہ السلام کا تھا کہ اب یہ امت فاسد ہو چکی ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس امت کی اصلاح کی جائے تاکہ اس سے بھلائی اور خیر کی امید رکھی جائے اور یہ امت دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائے۔چنانکہ اس وقت امت ہر پہلو سے فاسد ہو چکی تھی اور امام اس کو صلاح و درستگی کی طرف لانا چاہتے ہیں۔

۲۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر: اس جملے کی مختصر وضاحت اوپر پیش کی گئی ہے۔

۳۔سیرت جد امجد اور والد بزرگوار

اس جملے کی وضاحت کے لیے ہم ایک آیت کریمہ اور ایک ارشاد علوی پر اکتفا کرتے ہیں:

آلرٰ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ۔ (16)

الر ،یہ (عظیم) کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائیں، ان کے پروردگار کے حکم سے (اس سیدھے) راستے کی طرف جو زبردست اور تعریفوں والے اللہ کا ہے۔

یہی مقصد امام عالی مقام علیہ السلام کا تھا کہ یہ امت اب اندھیروں میں گھری ہوئی ہے ، گمراہ ہو چکی ہے، فاسد ہو چکی ہے لہٰذا اس کو نور کی طرف لایا جائے اسی طرح جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اس امت کو گمراہی سے نکالا تھا تاکہ عدل و انصاف اور امن و امان کا قیام ہو۔

اسی طرح امام علی علیہ السلام ارشاد فرناتے ہیں:۔

''والّذِی بعثه بالحق لتبلبلُنّ بلبلة ولتغربلنّ غربلة ولتساطنّ سوط القدر حتّی یعود اسفلکم اعلاکم و اعلاکم اسفلکم ولیسبقنّ السّابقون کانوا قصروا ولیقصرنّ سبّاقون کانوا سبقوا۔ (17)

اس ذات کی قسم ! جس نے رسول صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تم بری طرح تہ و بالا کیے جاؤگے اور اس طرح چھانٹے جاؤگے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح خلط ملط کیے جاؤگے جس طرح چمچے سے ہنڈیا۔ یہاں تک کہ تمہارے ادنی اعلیٰ اور اعلیٰ ادنی ہو جائیں گے ، جو پیچھے تھے وہ آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے وہ پیچھے رہ جائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح اس امت کی اصلاح کرتے ہوئے حق و عدل کو قائم اور امن و امان کا قیام کرنا چاہتے ہیں۔

ج۔اس کے تیسرے حصہ میں اس مقصد میں تعاون کرنے والے کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور تعاون نہ کرنے والے کے متعلق اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام کے اس جملے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر لوگوں نے حق کا ساتھ دیا تو دین خدا سر بلند ہوگا اور معاشرہ میں امن و امان اور عدل و انصاف قائم ہوں گے۔اگر لوگوں نے ساتھ نہ دیا تو خدا ان سے مواخذہ ضرور کرے گا اور انہیں مصیبت میں مبتلا کرے۔اور بعد میں وہی لوگ مصیبتوں میں گرفتار ہوئے تھے اور ظالموں حاکموں کا سامنا کرنا پڑا۔کاش کہ حق کا ساتھ دیتے تو معاشرہ میں عزت و وقار اور سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے افسوس کہ ایسا نہیں کیا۔

مقام بیضہ پر امام کا خطبہ

مقام بیضہ پر حر ابن یزید الریاحی کے لشکر کے سامنے امام علیہ السلام نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا اس کا ایک حصہ ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں:۔

''ایھا الناس ان رسول اللہ(س)قال من رأی سلطانا جائرا مستحلا لحرام اللہ ناکثا عھدہ مخالفا لسنة رسول اللہ یعمل فی عباد اللہ بالاثم و العدوان فلم یغیر علیہ بفعل ولا قول کان حقا علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ الا و ان ھؤلاء قد لزموا طاعة الشیطان و ترکوا طاعة الرحمٰن و اظھروا الفساد و عطلوا الحدود و استأثروا بالفیء و احلوا حرام اللہ و حرموا حلالہ۔'' (17)

اے لوگو! پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بھی ایسے ظالم و جابر سلطان کو دیکھے جو خدا کی حرام کردہ کو حلال کرتا ہو، اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑتا ہو ، سنت رسول ﷺ کی مخالف کرتا ہو، اللہ کے بندوں پر ظلم کرتا ہو اور حد سے تجاوز ہوتا ہو اور کوئی اسے اپنے ہاتھ اور زبان سے نہ روکے تو خدا پر واجب ہے کہ اس (فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کرنے والے) کواسی ظالم کے ساتھ محشور کرے۔ بالتحقیق ان لوگوں (بنی امیہ) نے شیطان کی اطاعت کو اختیار کی ہے اور رحمان (اللہ تعالیٰ) کی اطاعت کو ترک کیا ہے۔ انہوں نے زمیں میں فساد پھیلایا ہے۔اللہ کی نافذ کردہ حدود (احکام شریعت) کو معطل کر دیا ہے، ملکی خراج پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے، حرام خدا کو حلال کیا ہے اور حلال خدا کو حرام قرار دیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے اس خطبہ میں اسلام کے طاقتور اور ظالم دشمن بنی امیہ کے جرائم ااور خرابیوں کا نہایت جرأت کے ساتھ واضح کیا۔ان کے اعمال اور کردار کا اپنی دینی حیثیت اور قائدانہ ذمہ داریوں سے موازنہ کیا اور رسول اللہ کے قول کا سہارا لیتے ہوئے ایک بار پھر اپنی جدوجہد کے علل و اسباب بیان فرمائے اور اموی حکومت کے خلاف جدوجہد کا اعلان کیا جو ایک فریضہ اور ذمہ داری کے بطور آپ پر واجب تھی۔ امام علیہ السلام نے بتایا کہ اموی حکومت نے اسلام کو اپنی خواہشات کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ وہ قرآن کریم اور سنت پیغمبر ﷺ میں تحریف اور تبدیلی کی مرتکب ہو رہی ہے۔یہی مقصد امام علیہ السلام مدینہ سے نکلتے وقت اپنے وصیت نامہ میں ارشاد فرمائی جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا۔اور یہاں پر اس خطبہ میں فرمایا کہ

من رأى سلطانا جائرا۔۔۔۔۔ كان حقا على الله ان يدخله مدخله۔

میں خدا کے دین کی خاطر ظالم و جابر حاکم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں چاہے اس میں ظاہری کامیابی حاصل ہو (جس کا نتیجہ ایک صالح حکومت کا قیام ہوگا) یا اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اپنے لہو کے ذریعے سوئی ہوئی انسانیت اور مردہ ضمیر کو زندہ کروں۔ (شہادت کے ذریعے دین کی بقا ہوگی)

میدان کربلا میں امام علیہ السلام کا پہلا خطبہ

اسی طرح میدان کربلا میں پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب سے اشاد فرماتے ہیں:۔

''اما بعد فقد نزل بنا من الامر ما قد ترون و ان الدنیا قد تغیرت و تنکرت و ادبرت معروفها و لم یبق وستمرت حذاء و لم یبق منها الا صبابة کصبابة الاناء و خسیس عیش کالمرعی الوبیل الا ترون الی الحق لا یعمل به و الی الباطل لا یتناهی عنه لیرغب المؤمن فی لقاء الله محقا فانی لا اری الموت الا سعادة و الحیاة مع الظالمین الا برما۔''(19)

معاملات نے جو ہمارے ساتھ جو صورت اختیار کر لی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔یقینا دنیا نے رنگ بدل لیا ہے اور بہت بری شکل اختیار کر گئی ہے۔اس کی بھلائیوں نے منھ پھیر لیا ہے اور نیکیاں ختم ہو گئی ہیں۔ اوراب اس میں اتنی ہی اچھائیاں باقی رہ گئی ہیں جتنا کسی برتن کی تہہ میں رہ جانے والا پانی۔اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہو گئی ہے جیسا کوئی سنگلاخ اور چٹیل میدان۔آپ دیکھ رہے ہیں حق پر عمل نہیں ہو رہااور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے۔ان حالات میں مرد مؤمن کو چاہیے کہ وہ خدا سے ملنے کی آرزو کرے۔میں (جانبازی اور شجاعت کی) موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا میرے نزدیک ذلت اور حقارت ہے۔

یہ امام علیہ السلام کا سرزمین کربلا پر پہلا خطبہ ہے جس میں آپ نے اپنی جدوجہد کا وہی مقصد بیان فرماتے ہیں جو اس سے پہلے خطبوں میں ارشاد فرمایا جن میں مجموعی طور پر حکومت یزید کی مخالفت، احکام اسلامی میں لائی جانے والی تبدیلیاں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ یہ تما علل و اسباب تھے امام علیہ السلام کے قیام کے۔اب جبکہ حالات بدل چکے ہیں،برائیاں ظاہر ہو چکی ہیں، اعلی اقدار اور فضائل پامال کئے جا چکے ہیں، ذلت اور پستی لوگوں کی زندگیوں پر چھا گئی ہے، نہ حق پر عمل ہو رہا ہے اور نہ باطل سے روکا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں مؤمن اور دیندار شخص کا تبدیلی کی جدجہد کے دوران شہادت اور خدا سے ملاقات کی آرزو کرنا بلکل بجا ہے۔

اعترافِ حقیقت

زیارت امام حسین علیہ السلام میں ہم پڑھتے ہیں کہ :

اشھد انك قد اقمت الصلاۃ و اٰتیت الزکوٰۃ و امرت بالمعروف و نھیت عن المنکر۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور نیکی کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا۔یہاں یقینا شہادت سے مراداسکا جانا پہچانا مفہوم یعنی گواہی دینا اور کسی مادی اور حقوقی موضوع کا ثابت کرنا نہیں بلکہ ایک مقدس ہدف اور معنوی محرک کی بنیاد پر ایک معنوی حقیقت کا بیان اور ایک واقعیت کا اعتراف ہے۔

اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ میں یہ بات سمجھتا ہوں اور اس حقیقت کو جانتا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ حسین ابن علی آپ کی تحریک اور قیام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تھی نہ کہ اہل کوفہ کے بلاوے یا دوسرے اسباب کی بنا پر۔اور اگر اس سلسلہ میں کوئی اور سبب تھا بھی اور کوئی کوشش ہوئی بھی تھی تو یہ سب ایک عظیم مقصد اور ہدف تک پہنچنے کے لیے مقدمات کی حیثیت رکھتے تھے کہ : جاہدت فی اللہ حق جہادہ۔اللہ کی راہ میں جہاد کا حق تھا۔

....

حوالہ جات

1۔(سورۃ طہ : آیۃ ۱۳۲)

2۔(سورۃ ہود: آیۃ ۱۲۳)

3۔(سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی ، تفسیر سیاسی قیام امام حسین ،ص ۱۳۸)

4۔(ایضا،ص۱۳۹۔۱۴۱)

5۔(السید محسن الامین (متوفی ۱۳۷۱)، لواعج الاشجان ،ص ۲۵، الناشر المکتبۃ بصیرتی)(الشیخ عبد اللہ البحرانی(متوفی ۱۱۳۰ھ)، العوالم ۔الامام الحسین۔طبع اولی ۱۴۰۷، مطبعہ :امیر قم ایران۔ص ۱۷۴)(علی ابن موسی طاؤوس الحسینی (متوفی ۶۶۴ھ) طبع اولی ۱۴۱۷ھ قم ایران)

6۔(الشیخ باقر شریف القرشی متوفی معاصر۔حیاۃ الامام الحسین ابن علی ، طبعۃ اولیٰ ۱۳۹۵، طبع نجف الاشرف)

7۔(ابو محمد الحسن ابن علی الحسین ابن شعبہ الحرانی (المتوفی ۴ھ) تحف العقول عن آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۴ھ، قم ایران، ص ۱۶۵)

8۔(القرآن الکریم ، سورۃ آل عمران آیۃ ۱۱۰)

9۔(القرآن الکریم ، سورۃالاحزاب آیۃ۲۳)

10۔(میرزا حسین نوری الطبرسی (المتوفی ۱۳۲۰ھ) متدرک الوسائل، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۸ھ ، قم ایران ،ج۱۲، ص ۱۷۹)

11۔(احمد ابن علی ابن حجر العسقلانی(المتوفی ۸۵۲)، لسان المیزان ،الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۰ھ بیروت لبنان ،ج ۴، ص ۴۸۱)

12۔(وسائل الشیعہ ج ۱۶ ص ۱۳۰، بحار الانوار ج۹۷ ص ۷۹، تحفول العقول ص ۲۳۷)

13۔(وسائل الشیعہ ج ۱۶ ص ۱۳۰، بحار الانوار ج۹۷ ص ۷۹، تحفول العقول ص ۲۳۷)

14۔(ہود ۱۱۶)

15۔(بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۹۔۳۳۰)

16۔(سورۃ ابراہیم۔آیۃ ۱)

17۔(نہج البلاغہ خطبہ ۱۶، ج ۱، ص ۴۷(مفتی محمد عبدہ، طباعت دارلمعرفت بیروت لبنان)

18۔(تاریخ طبری، ج۷، ص ۳۰۴، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۲)

19۔تاریخ الطبری ، ج۴، ص۳۰۵

....

المراجع و المصادر

(۱)القرآن

(۲)الامام علی : نہج البلاغہ (الشیخ مفتی محمد عبدہ،) طباعت دارلمعرفت بیروت لبنان

(۳)ابو جعفر محمد ابن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) تاریخ الامم و الملوک الطبری، ناشر : موسسۃ الاعلمی۔بیروت لبنان

(۴)(ابو محمد الحسن ابن علی الحسین ابن شعبہ الحرانی (التوفی ۴ھ) تحف العقول عن آل رسول ﷺ ،الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۴ھ، قم ایرن

(۵)(احمد ابن علی ابن حجر العسقلانی(التوفی ۸۵۲)، لسان المیزان ،الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۰ھ بیروت لبنان۔

(۶)السید محسن الامین (متوفی ۱۳۷۱)، لواعج الاشجان ،ص ۲۵، الناشر المکتبۃ بصیرتی)

(۷)(الشیخ باقر شریف القرشی متوفی معاصر۔حیاۃ الامام الحسین ابن علی ، طبعۃ اولیٰ ۱۳۹۵، طبع نجف الاشرف)

(۸)(الشیخ الجلیل ابن نما الحلی (متوفی ۶۴۵ھ)،مثیر الاحزان ، مطبنعۃ الحیدریۃ نجف سنۃ ۱۳۶۹ھ

(۹)(الشیخ عبد اللہ البحرانی(متوفی ۱۱۳۰ھ)، العوالم۔الامام الحسین۔ طبع اولیٰ ۱۴۰۷، مطبعہ :امیر قم ایران۔

(۱۰)(الشیخ محمد بن الحسین الحر العاملی (متوفی ۱۴۰۴)وسائل الشیعہ، طبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۴ھ قم ایران۔

(۱۱)علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ) بحار الانوار، طبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۳ھ بیروت لبنان۔

(۱۲)(علی ابن موسی طاؤوس الحسینی (متوفی ۶۶۴ھ) طبع اولی ۱۴۱۷ھ قم ایران)

(۱۳) (میرزا حسین نوری الطبرسی (التوفی ۱۳۲۰ھ)مستدرک الوسائل، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۸ھ ، قم ایران

☆☆☆☆☆

اصول فقہ

مکتب اہل بیت میں اجماع کی شرعی حیثیت

محمد حسین مبلغی

مذہب اسلام میں مکتب خلفاء اور مکتب اہل بیت دونوں کے ہا ں اجماع امت یا علماء کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے بلکہ اولہ شرعی کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اجماع کی حیثیت مکتب اہل بیت میں کیا ہے اس پر بہت اختصار کے ساتھ کچھ عرائض پیش خدمت ہیں:

اجماع کی لغوی معنی: اجماع یعنی عزم، اجمع ملدن علی کذا (اذا عزم علیہ) کسی چیز پر نیت اور قصہ کرے اسی سے ہے تولہ تعالی:'' فاجموا امرکم''یونس آیت ۷۱ ''محمد جواد مغنیہ''

مرحوم مظفر فرماتے ہیں :اجماع یعنی : کسی چیز پر اتفاق کرنا ،اونٹنی کی پستان کو باندھنا ،تیار کرنا ،ھلاکرنا،آپس میں محبت ڈالنا، کسی کام کا قصد کرنا، کسی شرط وقید کے بغیر اتفاق کرنا ،چاہیے ایک امت ہو یا پوری امت یا تھوڑے لوگ ، کسی حکم شرعی پرا تفاق کریں یا کسی عقلی کام پر یا علمی اور فلسفی مسئلہ پر اس معنی سے ہے قرآن میں

''واجمعوا ان یجعلوہ فی غیابت الجب' سورہ یوسف ۱۵

'ای اتفقوعلی ذالک ' سب اس پر متفق ہوئے ،

''معنی اصطلاحی ''

۱۔ مجتہدین او فقہا کا کسی مسئلہ شرعی پر اتفاق نظر کرنا	واجبی
۲۔اھل حل و عقد (علماء اسلام)کا کسی احکام شرعی پر اتفاق رائے کرنا	فخررازی

۳۔امت محمدی کا کسی فقہی مسئلہ پر اتفاق رائے کرنا غزالی

۴۔جامع اور کامل تعریف :۔ان لوگوں کا اتفاق نظر ہونا جو کسی مسئلہ شرعی کو ثابت کرنے میں اثر رکھتا ہو۔مرحوم مظفر

''اقسام اجماع''

ا۔اجماع دخولی ،طریقہ حس، ۲۔اجماع لطفی ، ۳۔اجماع حدسی ، ۴۔اجماع تقریری

مکتب اہل بیت میں شیعہ علما کے ہاں اجماع بذات خود حجت شرعی کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ قول معصوم پہ دلالت کرتی ہے اس لحاظ سے یہ حجت ہے

برادران اہل سنت کے ہاں یہ اجماع بذات خود حجت شرعی اور مسئلہ شرعی کو ثابت کرنے میں مستقل دلیل شرعی کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ اجماع دلیل ہی ہے یعنی مفہوم اور روح کلام معصوم کو بیان کرتا ہے اور کبھی حکم شرعی ہے ،امام کی الفاظ سے کوئی کام نہیں ہے ، اسی وجہ سے اس کو دلیل لُبی کہا جاتا ہے ،اور یہ بھی مسلم ہے مکتب اہل بیت والے اجماع سے مراد تمام علماء امامیہ کا اجماع اور اتفاق ہونے کو ضروری نہیں سمجھتے ہیں ، بلکہ کچھ علماء اجماع کا ادعیٰ کرے اور دوسرے بعض مخالف بھی ہو تو بھی اجماع کے لیے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا ،اجماع حدسی میں تمام علماء شرط ہے تاکہ امام کی رائے ثابت ہو جائے اور اسی اجماع کی بہت سی اقسام کو علماء نے بیان کیے ہیں لیکن ہم اس ی مہم چار طریقے کو بیان کرتے ہیں اور یہی مشہور اور معروف ہیں،

''اجماع دخولی طریقہ حس سے ''

اس اجماع حس سے مراد یہ ہے کہ اس میں امام علماء اجماع میں داخل ہوتا ہے اس اجماع کو بیان کرنے والے ،سید مرتضٰی سید بن زہرہ ، محقق ، علامہ متقدمین میں سے اور شہید اول ،دوم اور صاحب معالم متاخرین میں سے اس اجماع کو قبول کیا ہے ،اور یہ اجماع دو قسم پر تقسیم ہوتا ہے،

۱۔اجماع محصل۔ ۲۔اجماع منقول خبر متواتر سے

اجماع محصل یہ ہے:۔اجماع کے دعویٰ کرنے والے خود جاکے تمام علما کے نظریہ کو تحقیق کرنے یقین حاصل کرتا ہے کہ امام کی با اور رائے یہ ہے اگر اس نے امام کو پہنچانا نہیں ہے ،''یہ خود تین قسم ہیں ''

۱۔ایک علماء کی جماعت سے خود نقل کرنے والے نے سنا ہے اور وہ جاتا ہے ان کے درمیان امام موجود ہے،

۲۔نقل کرنے والے نے پورے فتویٰ پر اطلاع حاصل کیا ہے اور یہ جانتا ہے ان کے درمیان سے ایک فتویٰ امام کا ہے ،

۳۔یا یہ دونوں ملا کر ہے ایک شخص امام ہے یا ایک فتویٰ امام کا ہے یقینا،

''اجماع منقول خبر متواتر ہے '':اس میں خود قائل نے تحقیق نہیں کیا ہے ،بلکہ ایک گروہ علماء نے یا ایک شہر کے یا ایک زمانے کے علما نے جاکے تحقیق کیا ہے اور اجماع کو حاصل کرکے متواتر نقل کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے اور اس کو یقین ہوا ہے کہ ان کے درمیان امام موجود ہیں اس اجماع دخولی اور حسی کی خصوصیات

الف : اس اجماع میں امام ہونے پر اس وقت یقین حاصل ہوتا ہے کہ امام کے حضور کے زمانے میں ہو تو غیبت کے دور میں یہ اجماع ثابت نہیں ہوتا ، کسی مسئلہ میں علی علیہ السلام کا اتفاق رائے ہونا اور امام بھی ان کے ساتھ ہونا یہ دور غیبت ہی امکان نہیں ہوتا،

ب: اس اجماع میں متفق علماء کے درمیان کوئی مجہول النسب شخص کا ہونا ضروری ہے ،اگر امام خود معلوم ہو تو امام کا قول خود حجت ہے ،اجماع کی ضرورت نہیں ہے ،اگر امام نہیں ہے تو اجماع کا کوئی فائدہ نہیں

ج: اس اجماع میں مخالف علماء اگر سب کے سب معلوم النسب ہو تو اجماع کے لے کوئی نقصان نہیں ہے ،اور اگر مجہول النسب ہو تو اجماع پر یقینی نہیں ہوتا ،

۲۔طریقہ قاعدہ لطف اجماع لطفی: لطف یہ ہے ہر وہ عامل اور سبب جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کے نزدیک کرے اور اطاعت کی وسائل کو فراہم کرتا ہے اور ایسی طرح گناہ سے دور کرتا ہے ، کسی جبر اور اکراہ کے بغیر اس وسائل اور عوامل کا،فراہم کرنا اور تیار کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم اور فرض ہے ،

اس لیے انبیا کے۔۔۔لازم ہے ،کتاب آسمانی کا اتارنا ضروری ہے ،اس لیے امام کی وجود لطف الٰہی ہے اور امام کی ولایت اور تصرفات بھی لطف ہے ،بقول خواجہ نصیر الدین طوسی

'وجودہ لطفاوتصرنہ لطفا آخر' امام کا وجود لطف الٰہی ہے اور تصرف ایک اور لطفا ہے۔

بعض علماء کے نزدیک یہ لطفا الٰہی پر واجب ہے بعض دوسرے فرماتے ہیں یہ لطفا واجب نہیں ہے اس مقدمہ کے ساتھ ہم یہ استدلال کرتے ہیں اگر کسی دور میں علماء کسی بات پر اتفاق رائے پیدا کریں جیسے نماز جمعہ واجب ہے ،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجماع جو کوئی بھی مخالف نہیں ہے ،اور واقع کے مطابق ہے اور امام کی رائے بھی شامل ہے ،

اگر یہ رائے اور فتویٰ غلط ہوتا تو امام پہ لازم تھا قاعدہ لطفا کی عنوان سے۔۔۔کہ روکیں یا امام خود ان کی رائے کی مخالفت کریں یا کسی کو مخالفت کرنے پر تیار کریں تاکہ اجماع ثابت نہ ہو وگرنہ اس پر دو اشکال آتا ہے۔

(الف)۔۔۔۔کا معطل ہونا لازم آتا ہے اور یہ بالا تفاق باکل ہے ،

(ب) یا یہ لازم آتا ہے کہ امام نے اپنے وظیفہ جو تبلیغ دینی ہے اس پر عمل نہیں کیا

امام اپنے وظیفہ پر عمل نہ کرے یہ محال ہے پس اگر کسی کلمہ پر علماء اتفاق رائے پیدا کرے اور امام فی لغت ظاہر نہ کرے اور اجماع اور اتفاق ہونے سے نہ روکے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے عقل یہ کشف کرتا ہے یہ

اجماع واقع میں بھی صحیح تھا اور واقع کے مطابق تھا۔اس نظریہ کے قائل علماء شیخ طوسی ہے اور فخر الدین علامہ کے بیٹے اور محقق ثانی شہید اول نے قبول کیا ہے۔

''اس اجماع لطفی کی خصوصیات ''

ا۔یہ اجماع حضور کے دور میں مختص نہیں ہے بلکہ ہر زمانے میں اجماع ہو سکتا ہے ،

۲۔کچھ علماء کی مخالفت اس کے لیے ضروری نہیں ہے چاہیے وہ لوگ معلوم النسب ہو یا ،مجهول النسب اس شرط کے ساتھ کہ ہمیں یقین ہو ان کے درمیان امام نہیں ہے اور ان کے فتویٰ صحیح ہو نے پر کوئی یقین دلیل نہ ہو ،اگر اس طرح سے ہو گا تو اجماع کے لے ضر رہو گا ،

۳۔اس اجماع میں مجهول النسب عالم کا ہونا شرط نہیں ہے اگر سب کے سب معلوم النسب بھی ہو تب بھی اجماع کے لیے ضرر ہیں ہو گا،

۴۔اگر واقع اور حقیقت میں کوئی آیت یا حدیث متواتر یا خبر واحد قرینہ اور اس اجماع کے خلاف ہو تو اس کا کوئی اثر نہیں ہو گا،

۳۔اجماع حدسی،مرقعیہ حدس سے

مقدمہ :حدس میں کسی ظاہری حواس کی ضرورت نہیں ہے کسی بات کو کشف کرنے میں حسی کے خلاف جو ظاہری حواس خمسہ میں سے کسی چیز پر عمل حاصل کر تا تھا ،نکر میں ایک شی مجهول سے کچھ مقدمات اور مراحل طی کر کے دوسری چیز تک پہنچ جاتا ہے لیکن حدسی میں اچانک ایک مطلب پر علم حاصل ہو تا ہے ،یہ ایک قسم الھام ہے ،بہت سی چیزیں انسان کے لیے اسی راستے سے کشف ہوا ہے اور ہو تا ہے ،

اسی مقدمہ کے ساتھ

انسان کو علما کے اتفاق رائی اور کسی مسلہ پر اتفاق ہو نے سے حدس قطعی اور یقینی حاصل ہو تا ہے کہ امام کی رائے بھی شامل ہے اور یہی امام کی رائے ہے ،اور یہ نظریہ اور فتویٰ امام سے سند بعد نسل ہم تک پہنچ گیا

ہے یہ وجدان کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہیں باوجود اس کے بہت سے مسائل ہیں اختلاف کے ساتھ کسی مسئلہ پر اتفاق رائے کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے یہ انہوں نے اپنے۔۔۔ نہیں کہا ہے بلکہ اپنے رہبر اور معصوم سے لیا ہے ،

اس اجماع حدسی کی خصوصیات

ا۔تمام زمانے میں تمام علماء کا اتفاق ہو نا ضروری ہے تاکہ ہمیں یقین ہو جاتے کہ امام کی رائے بھی شامل ہے

۲۔مجہول النسب افراد کا ہونا ضروری نہیں ہے ،یا نہ ہو نا بھی ضروری نہیں ہے ،

۳۔اگر اس اجماع کے خلاف بڑے علما جو فقر میں تخصص رکھتے ہیں خلاف ہو جاتے تو اجماع کے لیے ضرر ہو گا اور اجماع ثابت نہیں گا،

۴۔اجماع تقریری طریقہ تقریر سے

یہ اجماع یوں ہے کہ معصوم کے سامنے اور ان کے۔۔۔۔ میں کسی مسئلہ یاحکم شرعی پر علماء اتفاق رائے پیدا کرے اور معصوم دیکھتے اور سنتے ہوتے خاموش رہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معصوم اس اجماع پرراضی ہے اگرراضی نہ ہوتے تو امام پر واجب تھا حامل کو ہدایت کرنے کی۔۔۔ یا امر بمعروف کے طور پر منع کر تے اور احکام الہیٰ کر بیان کرتے ،امام کا خاموشی رہنا اس اجماع پر راضی ہونے کی دلیل ہے ،

اس اجماع تقریری کی خصوصیات

ا۔امام اس اجماع کی طرف متوجہ تھا ،اور کوئی مانع اور رکاوٹ بھی نہ تھا اس کے باوجود کچھ نہ فرمائیں تو یہ اجماع حجت ہو گا ۲۔یہاں تمام علما کی اتحاد او ر اجماع شرط نہیں ہے اگر ایک شخص بھی ایسا کرے تب بھی از راہ تقریر معصوم حجت ہو گا،

لیکن اس میں دو بات باقی رکھتی ہے

۱۔ کیا اصولی طور پر ایسا اجماع غیبت کی دور میں واقع ہو تا ہے یا نہیں اگر واقع بھی ہو جائے زمان غیبت میں تو یہ حضور کے دور کے مانند قابل ہو گا یا نہیں ایک جیسا اجماع ہو گا یا نہیں یہ قابل بحث ہے ،

۲۔ کیا اصول طور پر غیبت کے دور میں تعلیم حاصل یا امر بمعروف امام پر واجب ہے یا نہیں ؟

یہ بھی قابل غور بات ہے یہ بطور اختصار اجماع کی اقسام اور ان کی تقریر اور تثبیت

اجماع کے بارے میں علما امامیہ کے نظریات

سید مرتضی فرماتے ہیں:

صرف اجماع دخولہ حجت اور قابل قبول ہے قول امام یہی ایک راستہ ہے ثابت ہو تے ہیں بس بقیہ تمام اجماع کی کوئی اعتبار نہیں ہے

شیخ طوسی فرماتے ہیں:

اجماع لطفی مورد قبول اور حجت ہے باقی تمام اجماع قابل قبول نہیں ہے ان کو ئی اعتبار نہیں ہے

مرحوم نائینی آپ فرماتے ہیں :

'لیس الاجماع دلیلا برامہ فی مقابل الادلۃ الثلا الکتاب والسنۃ والعقل'

اجماع بذاتہ کو ئی دلیل اور حجت نہیں ہے باقی ادلہ ثلاثہ کتاب سنت اور عقل کے مقابل میں یہ سنت میں داخل ہے یعنی قول معصوم کو کشف کرنے کی عنوان سے حجت ہو تا ہے ،

شیخ انصاری آپ فرماتے ہیں :

حقیقت میں اجماع سنت سے ہے ،

قول معصوم کو کشف کر نے کی عنوان سے حجت ہے وگرنہ اجماع من حیث الا جماع کو ئی اعتبار نہیں ہے ،

محقق قمی آپ فرماتے ہیں:

'یجوز الخطا علی کل واحد من المجمعین فهکذا المجوع '

ہر ایک اجماع والے افراد میں خطا اور غلطی ہونا امکان ہے پس تمام مجموعہ میں بھی خطا امکان ہے پس اجماع حاجۃ الخطا ہے یہ ایک حکم اور دلیل مستقل نہیں ہے بلکہ کتاب اور کی حاکی ہے یہ روایت جیسی ہے

محمد جواد مغنیہ فرماتے ہیں:

ایک اور اجماع بھی ہے اجماع وکب کے نام سے جیسے مجتہدین (فقہا) کسی مسئلہ میں حرام کا حکم لگائین اور بعض نے مکروہ کا حکم لگائیں تواس سے پتہ چلتا ہے یہ واجب نہیں ہے یا مستحب نہیں ہے۔اس کے مقابل میں اجماع سبیط ہے سب کے سب ایک ہی حکم دے دیا۔

شیعہ عما کے ہاں اجماع حدسی قابل قبول ہے ،رضایت معصوم کو کشف اور ظاہر کرتاہے متقی لوگ کسی غلط کام پر اتفاق نہیں کرتے ہیں اور یہ عمل سے ظاہر ہوتا ہے اس کے ساتھ قاعدہ لطفا بھی ہے اور یہ اجماع شروع سے لے کر ابھی تک شہرت کے حامل ہیں اور عمل بھی کرتے آرہے ہیں۔

شہید باقر صدر :

اجماع بذات خود کوئی اس کی قیمت نہیں ہے اس کا دارو مدار اس کا مدرک اور دلیل ہے اس کو دیکھ کر حکم لگا سکتے ہیں لہذا اس کے مدرک کے بارے میں۔۔۔۔۔اور مشکلات پائی جاتی ہے پس یہ اجماع میں بھی مشکلات ہے اس سے ثابت ہونا مشکل ہے باقی تمام اجماع میں بھی یہی مشکل پائی جاتی ہے۔

سید علی نقی حیدری :

اصول الاستنباط میں فرماتے ہیں اجماع اگر حجت ہے تو قول معصوم کو کشف کرنے کی عنوان سے محبت ہے وگرنہ نہیں اجماع منقول اس وقت حجت ہے جب وہ تمام زمانہ میں از راہ حس اور وجدان سے ثابت ہو اور اسی راہ سے نقل کریں اگر عادل ہو نقل کرنے والا تو حجت ہے اور یہ جز۔۔۔کی طرح ہے اگر رائے معصوم

کو ظاہر کرے اور کشف کرے تو حج ہے اگر پورا زمانہ نہ ہو یا کسی کی فتویٰ نقل نہ ہو تو یہ اجماع حجت نہیں ہے۔

مرحوم مظفر فرماتے ہیں:۔

معیار اور ملاک اجماع کشف قول معصوم ہے اگر معصوم کی رائے ظاہر ہو تی ہے تو حجت ہے وگرنہ نہیں اور یہ طریقہ جس طریقے سے ظاہر ہو جائے کافی ہے کوئی ماضی اجماع کی خصوصیت نہیں ہے جس اجماع سے قول معصوم کشف ہو جائے وہی حجت ہو گا ،خلاصہ مطلب یہ ہے مطلب اصلی اور تحقیق یہ ہے ان اجماع میں سے بعض (جیسے اجماع دخولی اور تقریری)صرف زمانہ حضور کے ساتھ مختص ہے دوسرے زمانے میں کوئی فائدے نہیں، بعض اجماع عام فائدہ دیتے ہیں دوران غیبت میں بھی کام آتے ہیں لیکن حجیت نہیں رکھتا ،جیسے اجماع لطفی اور حدسی اور بعض اجماع زمانہ غیبت میں حاصل ہو تا ہے ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور رائے معصوم بھی حاصل نہیں ہو تا۔

طریقہ استدلال

اجماع کی حجت ہو نے پر کس طرح استدلال کیا جاتا ہے بغیر دلیل کے کو ئی ادعیٰ کرے تو قابل قبول بھی نہیں ہے مثلا: تمام مجتہدین نماز جمعہ کی واجب ہو نے پر اتفاق رائے ہو جائے تو یہ اجماع اور اتفاق دلیل کے ساتھ ہو گا یا دلیل کے بغیر ہو گا ،بغیر دلیل کے سب نے اس بات پر اتفاق کرنا محال اور باطل ہے ،فتویٰ دینا محال ہے اور صحیح نہیں ہے۔اگر فتویٰ دے دیں سب بھی صحیح نہیں ہے پس دوسرا قسم صحیح ہے جو مسئلہ جس پر اجماع کیا ہے دلیل کے ساتھ اجماع کیا ہے اور وہ دلیل یا قرآن ہو گا یا سنت ہو گی یا اجماع ہو گا یا عقل:ابھی اس اجماع کی مدرک اور دلیل اس چار میں سے کو نسا ہے اور کس طرح سے ہے ،اگر اجماع کی مدرک قرآن ہو تو اس کی تین حالت ہو گی۔

ا۔اجماع کرنے والوں نے کسی آیت پر تمسک کرکے فتویٰ دیا ہے اور اجماع کیا ہے لیکن وہ آیت دوسروں تک نہیں پہنچی ہے ،ابھی وہ آیت قرآن میں نہیں ہے یہ باطل ہے، کیونکہ تحریف قرآن لازم آتا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے قرآن میں کمی پیشی نہیں ہو تی ہے۔

۲۔اگر اجماع کرنے والوں نے کسی آیت پر تمسک کر کے اجماع کیا ہے اور فتویٰ دیاہے وہ آیت ابھی بھی قرآن میں موجود ہے لیکن وہ لوگ اس آیت کو جانتے تھے ہم اس آیت سے غافل ہیں ہم پر وہ آیت مخفی ہے۔یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محال ہے کوئی آیت قرآن میں ہو او ر ہمیں معلوم نہ ہو اس آیت سے غافل ہو۔

۳۔اگر اجماع کی مدرک اور دلیل قرآن کی کوئی آیت ہو اور وہ آیت ابھی بھی قرآن میں ہو اور ہم اس آیت کی طرف متوجہ بھی ہوںلیکن وہ لوگ اس آیت سے کو ئی معنی لیا تھا ان کے ذہن میں کوئی معنی آیا تھا وہ معنی ہمارے لیے واضح نہیں ہے ،ان کے لیے حجت ہے ہمارے لیے حجت نہیں ہے اس کا نیتجہ یہ ہو گا۔یہ اجماع نہ ان کے لیے یقین اور قطع آور ہو گا نہ ہمارے لیے ایسے اجماع کا کو ئی فائدہ نہیں۔

اگر دلیل اجماع خود اجماع ہو

وہ لوگ پہلے علماء کی اجماع کو دلیل بنا کر اجماع کرکے فتویٰ دیا ہو اور اس فتویٰ دینے پر بھی اجماع کیاہو ،تمام بالا تفاق سے پہلے والے علماء کی اجماع پر اجماع کیا ہو،تواس میں وہی بات آجاتی ہے پہلے والوں کی اجماع کی مدرک کیا تھا،یا قرآن یا سنت یا اجماع یا عقل ہو گا ،یہ چار مدرک کو ہم رد کریں گے تو پہلے والوں کی اجماع کا کوئی فائدہ نہیں رہے گا تو یہاں ان کے مدرک جو اجماع ہے اس کا بھی کوئی قیمت نہیں ہو گی،اور یہ اجماع بھی مدرک اور دلیل نہیں بنتا ،''مدرک اجماع عقل ہو تو ''یہ بھی اشکال سے خالی نہیں ہے

حکم عقل کی بھی تین حالت ہے

ا۔ایسے احکام عقلیہ سے ہے جو عقلا کو اسی عنوان سے کہ وہ عاقل ہے دلیل قرار دیتے ہیں جیسے عدل کی اچھائی ،ظلم کی بڑائی ،حسن و قبح عقلی کہتے ہے اس عنوان سے ہوگا۔

۲۔ایک شخص کی عقل یا کچھ لوگوں کی عقل سے اجماع ہوا ہو تو یہ سب کے لیے حجت نہیں ہے اور سب کے لیے قابل قبول نہیں ہے

۳۔سارے عقلا نے اس پر حکم دیا ہے اس لحاظ سے کہ اپنی نفس کی چاہت ہے اور اپنی چاہت کی وجہ سے ہے ،عاقل ہونے کی عنوان سے نہیں

نتیجہ :

اس میں دوسرے اور تیسرے قسم کی کوئی قیمت نہیں ہے اوراس سے حکم واقعی یہ یقین حامل نہیں ہوتا اگر فائدہ ہو تو پہلی قسم ہے اور یہ بھی محال ہے کیونکہ عقلی حکم ہو لیکن کچھ لوگوں کے لیے ظاہر ہو ہمارے لیے نہ ہو یہ صحیح نہیں ہے عقل کی مستقل حکم سب کے لیے .برابر ظاہر ہوتا ہے سب کی ذہن میں آتے ہیں۔

پس مدرک عقلی بھی نہیں ہےاگر مدرک اوردلیل سنت ہو :۔

اگر اجماع کی مدرک سنت ہو تو بھی اس میں دو نظریہ پائے جاتے ہیں

ا۔اجماع کرنے والے تمام علماء یا کچھ علماء امام کی خدمت میں پہنچ کر سب نے حکم کو سن کو اجماع کہا ہے اور فتویٰ دیا ہے، زمان غیبت میں نماز واجب ہے ،اور اس پر اتفاق رائے کیا ہے ،اس پراشکال آتا ہے

ا۔پہلا یہ کہ یہ صرف امام کے دور میں واقع ہوتا ہے غیبت کے دور میں نہ یقین ہوتا ہے نہ ظن اور گمان اگر کچھ علماء خدمت امام میں پہنچ کر اجماع کیا ہو تو اس پر بھی یقین حاصل نہیں ہوتا معرفت بعد والے زمانے کے لیے یہ امکان نہیں ہے۔

۲۔اگر ہم قبول کریں امام کی خدمت میں پہنچ کر فتویٰ دیا ہے تواس میں یہ احتمال پایا جاتا ہے انہوں نے کوئی قابل قبول روایت سن کر فتویٰ دیا ہو جب یہ احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے ،

۳۔کسی بھی عالم کے لیے یہ امکان نہیں کہ عصر حضور کی تمام علماء کی رائے کو حاصل کرے اور اجماع کا دعویٰ کرے اور کہے کہ امام کی رائے بھی یہی ہے کیونکہ ان کی تمام ارا اور فتویٰ کتابوں میں موجود نہیں ہے اصول اربعاۃ کے علاوہ کوئی کتاب نہیں اور یہ روایت کا مجموعہ ہے علماء کے فتویٰ اور رائے نہیں ہے ،

۲۔دوسرا۔اجماع کی مدرک کوئی معتبر روایت ہو جو ہم تک نہیں پہنچی ہے ، اگر اس طرح سے ہو تو اس پر بھی اشکال آتا ہے

ایسا ممکن نہیں ہے امام کسی بات کو کریں اور کسی کلمہ کو فرمائیں لیکن ہم تک نہ پہنچیںاور یہ قابل عمل نہیں ہے درجہ سے ایک سند کی اعتبار سے دوسرا دلدلت کی اعتبار سے ،

(الف)پہلے والے علماء نئے ایسی خبر اور روایت پر اعتماد کیا ہو جو بعد والے علماء جس پر اعتماد نہیں کرتے ہیں، جیسے انہوں نے خبر حسن یہ اعتبار کیا ہو جس پر ہم اعتماد نہیں کرتے ہیں ،اگر اس طرح سے ہو تو اجماع ثابت نہیں ہوتا ،

(ب)اگر ہم سند اور وایت کی اعتبار سے قبول کریں تو دلالت کی اعتبار سے پھر بھی اشکال باقی رہتاہے وہ اس طرح سے ہے کہ انہوں نے خبر کی ظاہر کو دیکھ کر فتویٰ دیا ہے ،واضح دلالت نہیں ہے وہی حدیث اور روایت بعد والے علماء تک پہنچ بھی جاتی وہی حکم نہیں نکلتا واستنباط نہیں ہوتا ،اس کی بھی کوئی۔۔۔اور قیمت نہیں ہے ،

نتیجہ: عصر غیبت میں اجماع وجود نہیںہے ،ایک اجماع قابل قبول ہے وہ اجماع دخولی ہے لیکن یہ زمان حضور کے ساتھ اختصاصی ہے زمان غیبت میں یہ بھی کام نہیں آتے کیونکہ وجود خارجی نہیں رکھتا ،باقی تین طریقے بھی مورد قبول نہیں ہے ،یہی اشکال ان پر بھی وارد ہوتا ہے ،

ا۔اجماع اگر ثابت ہو قاعدہ لطف کی اعتبار سے اس اجماع لطفی کو شیخ طوسی نے قبول کیا ہے۔

لیکن شیخ انصاری اور سید مرتضی اور باقی علماء نے قبول نہیں کیا ہے،اس اجماع پر بھی دو اشکال وارد ہوتا ہے۔

۱۔ ہم ان علماء سے سوال کرتے ہیں زمان ظہور مہم ہے یا زمان غیبت ؟ظاہر ہے زمان ظہور حضور آئمہ مہم ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں تمام مصالح مسلمین پر عمل ہو تا ہے ،عدالت بر پا ہو تی ہے ایک حکومت قائم ہو تی ہے۔ اگر کسی مسئلہ فرعی کی وجہ سے ظہور امام کی اقتضاء کریں

۲۔ کیا اشکال ہے وہی علت اور اسباب امام کی غیبت کی سبب بنی ہے ہمارے لیے حکم الٰہی بھی مخفی رہنے کے سبب بنی ہو تو یہ عوامل خود ہماری طرف ہے ان کی طرف نہیں ہے

اس کے ساتھ ساتھ باب اجتہاد بھی کھلا ہے صرف اجماع میں نہیں بلکہ تمام امور میں حتی ایک شخص کو بھی ہدایت ہو جائے اگر ایک شخص بھی کوئی خلاف انجام دیں تو امام پر فرض بنتا ہے اس کی ہدایت کریں یہ قاعدہ لطف کی اقتضا ہے ایسا تو ہو نہیں رہا پس یہ قاعدل لطف بھی قابل قبول نہیں ہے اجماع حوسی اس اجماع کے بارے میں ادعٰی صرف دعویٰ کی حد تک ہے قابل اثبات نہیں ہے ضروریات دینی اور ان جیسے احکام میں یہ طریقہ اجماع حدسی امکان ہے ،لیکن تمام مسائل جزیہ میں امکان نہیں ہے کیونکہ تمام علماء کی رائے پہلے سے موجود نہیں ہے یہاں تک کہ کتابیں بھی موجود نہیں ہے ،کس طرح سے ان کی اراء اور فتویٰ کو حاصل کریں بہت سے اثار علمی ابھی ختم ہو چکی ہے پس یہ اجماع بھی قابل قبول نہیں ہے۔

اجماع تقریری

اس کے بارے میں بھی رائے یہ ہے کہ یہ ادعٰی کی حد تک ہے قابل ثبوت نہیں ،چاہے حضور کے دور میں ہو یا غیب کی دور میں عصر حضور میں علماء بہت زیادہ تھے تمام کے نظریات کو جمع کر نا نا ممکن تھا ،اور جمع ہوا بھی نہیں ہے ،زمان غیب میں قاعدہ لطف کے قریب ہے ،امام نے بیان کیا ہو کیونکہ باب اجتہاد کو کھلا ہے ،تمام اختیارت ولایت فقیہ کودیا ہوا ہے اس کے باوجود امام پہ لازم نہیں ہے اگر کچھ لوگ خطا کریں تو بیان کریں۔

نیتجہ یہ نکلا کہ دوران غیبت میں بھی اجماع محصل سے امام کی رائے کو حاصل نہیں کر سکتا اب باقی رہا اجماع منقول حوز اجماع منقول کی چار قسمیں ہیں ،

۱۔اجماع محصل قطعی اور یقینی ۲۔اجماع محصل ظنی

۳۔اجماع منقول از خبر متواتر ۴۔اجماع منقول خبر واحد سے

ان اقسام میں سے ہماری بحث اجماع منقول خبر واحد سے ہے اور یہ قسم خود تین قسم کی ہے۔

۱۔کبھی اجماع نقل کرنے والا اجماع دخولی کو نقل کرتے ہیں۔ ۲۔کبھی ناقل اجماع لطفی کو نقل کرتا ہے۔

۳۔کبھی ناقل اجماع حدسی کو نقل کرتا ہے۔

ان میں سے اجماع دخولی محصل حجت ہے لیکن یہ غیبت کے دور میں وجود خارجی نہیں رکھتا اس کا فائدہ عمومی نہیں ہے۔ تواس طرح اسی اجماع دخولی محصل کی منقول بھی حجت نہیں ہے کیونکہ یہ خبر واحد کی اندر داخل ہے ،اور ہماری بحث اجماع منقول از خبر واحد میں ہے۔یہ ناقل حوذکے لیے یقین لانے والی ہے لیکن جس کے لیے نقل کیا ہے ظن اور ہے اور یہ ان ظنون میں سے ہے جو معتبر اور حجت ہے اور اصل والی کی بنیاد پر یہ ظنون سے خارج ہو کر حجت ہوا ہے۔

یا یہ ظن کی اندر موجود ہے اور اس پر عل کرنا حرام ہے ،کیونکہ ظن پر عمل کرنا حرام ہے ؟

اس اجماع کے بارے میں تین نظریے پائے جاتے ہے۔

۱۔اجماع منقول بغیر کسی شرط و قید کے حجت ہے کیونکہ یہ خبر واحد کی اقسام میں سے ہے ،خبر واحد کی ادلہ اس پر بھی شامل ہو تا ہے اور حجت ہے باقی تمام اقسام کبھی اس پر شامل ہو تا ہے جیسے منقول حسن، موثق ،ضعیف ،باقی احکام بھی اس پر شامل ہو تا ہے۔

۲۔اجماع منقول بغیر کسی۔۔۔۔۔کے مکلفا حجت نہیں ہے ،خبر واحد اسی عنوان خبر واحد سے اجماع کو بھی شامل ہو تا ہے لیکن حجت ہونے کے اعتبار سے اجماع منقول کو شامل نہیں ہو تاکیونکہ خبر واحد کی دو قسمیں ہیں

الف:خبر واحد حسی ب:خبر واحد حدسی

۔۔۔خبر واحد کی بنیاد بنا قطعیہ عقلائیہ ہے جو حس کو شامل ہو تا ہے حدسی کو شامل نہیں ہوتا،اور اس پر دلیل بتادر ہے۔

یہاں ہمارے بحث میں اجماع منقول غیر دخولی اور رائے معلوم سے خبر دینا ہے ،وہ بھی حدسی کی بنا پر ہے۔اور یہ خبر واحد کی اندر شامل نہیں ہے اور اس پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔یہ بھی حجت نہیں ہے۔

شیخ انصاری صاحب فرماتے ہیں:۔

یہاں بحث تفصیل طلب ہے اگر نقل کرنے والے نے تمام زمانے اور تمام اقوال اور اراء کو نقل کیا ہو اور حدسی ہو جائے قول معصوم کا تو یہ حجت ہے اگر ایسا نہیں ہے تو حجت نہیں ہے۔اگر بعض علماء کی رائے بیان کریں خود نقل کرنے والے کے لیے ظن حاصل ہو جاتے ،اور یہ حد ظنی قول معصوم سے حاصل ہو جائے یااس نے ایک دور کے اقوال کو نقل کریں اور قانون لطف سے قول معصوم حاصل کرے یہ حجت نہیں ہے اخبار حسی اس پر شامل نہیں ہوتا۔

اصلی بحث:اس مسئلہ میں اصلی بحث ،مرحلہ میں ہے

۱۔ایک ان تمام اقوال کی معانی اور بنیاد اور مدرک کے بارے میں ہے۔

۲۔اس میں سے حق کی بات کون سی ہے۔

۔۔۔۔اورمدرک بحث کو بیان کرنے سے پہلے نکتہ اور ایک مقدمہ کی ضرورت ہے پہلا نکتہ یہ ہے ،۔۔۔کے معنی واجب الا تباع ہے ،یعنی عمل کرنا اور ماننا واجب ہے اور یہ تعبد دوقسم کے ہوتے ہیں۔

(الف)تعبہ عقلای ہے ،عقلا عالم تمام اخبار تقدیر عمل کرتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

(ب) تعبد شرعی ہے شارع مقدس ہم پر لازم قرار دیتے ہیں احکام شرعیہ میں استحباب کریں۔

دوسرا نکتہ جن امور کے بارے میں ہمیں شارع حکم دیتا ہے عمل کرنے کا وہ دو امر ہوتے ہیں۔

(الف) وہ امور جن کے بارے میں حکم شریعت موجود ہے دلیل شرعی موجود ہے۔

(ب) جن امور کے بارے میں حکم شرعی موجود نہیں ہے لیکن یہ احکام شرعیہ کی موضوعات کے لیے یہ اثر رکھتے ہیں مثلاً زید نذر کرتا ہے جب تک میرا بیٹا زندہ ہے روازنہ میں ایک روپیہ صدقہ دوں گا۔

تو ابھی اس کی موت کے بارے میں شک ہو گیا کیا وہ زندہ ہے یا نہیں تو یہاں استصحاب حیات کرتے ہیں ابھی بھی وہ زندہ ہے ،پس صدقہ دینا بھی واجب ہوتا ہے۔

متعدیہ ہے اجماع منقول حجت ہے یا نہیں ہے ،یہ خود ایک اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اجماع منقول سے گمان حاصل ہوتا ہے اور اصلی اولی کی بنا پر ظن پر عمل نہیں کر سکتا ،دلیل خبر واحد کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے دیکھنا یہ ہے کہ اولہ حجت خبر واحد اس کو بھی شامل ہوتا ہے یا نہیں ؟اقول علما مجاہد اقوال خبر واحد کی اولہ کی شمولیت نہیں ہوتا پس حجت نہیں ہے مگر امید قول معصوم کو کشف کرے ،اسی عنوان سے شارع نے ہمیں حکم دیا ہے اس پر مکلّ کریں اور اسی عنوان سے ہو تو ادلہ خبر واحد اس کو شامل کرتا ہے۔

مطلب اصلی کا خلاصہ یہ ہوا:۔

وہ علما جواجماع منقول کو مطلق حجت مانتے ہیں وہ اس بنا پر عمل کرتے ہیں یہ خبر قول معصوم کو کشف کرتا ہے اور وہ کشف حسی ہو یا حدسی ہو ،یا اعتقادی ،مطلق الاستکشاف ہے ،جیسے نقل روایات کی اجازت دیتے ہیں یہاں نقل لفظ کوشرط نہیں کرتے تو اجماع منقول مطلّقا حجت ہے وہ لوگ جو طلق حجت نہیں مانتے اجماع منقول کو ،ان کی مدرکؑ اور مبنی یہ ہے حجت خبر واحد میں مطلق کشف کافی نہیں ہے بلکہ کشف رائے معصوم حسی ہونا شرط ہے پس یہاں ادلہ حجت خبر واحد اس کو شامل نہیں ہوتا کیونکہ ادلہ خبر واحد۔۔۔۔۔کی فتویٰ کو شامل نہیں ہوتا اگر چہ خود مجتہد کے لیے یقین آور ہے اور یہ فتویاوراجتہاد حدسی ہے اور حکم شرعی کو نقل کرتا ہے۔پس یہاں بحث نہیں ہے۔

اور وہ لوگ جو تفصیل کے قائل ہیں ان کے مبنی یہ ہے ادلہ خبر واحد خبر حسی کو شامل ہو تا ہے۔اگر کسی نے تمام زمانے اور تمام اقوال اور ارا ء کو نقل کریں اور اس سے حدسی حاصل ہو جائے قول معصوم کا یہ بمنزلہ حس ہو گا اور ادلہ اس پر شامل ہو تا ہے اور حجت ہے اگر فاعل نے ایک علماء کی رائے اور فتویٰ کو نقل کر لیا اور قانون لطف کے عنوان سے حدسی حاصل کریں کہ قول معصوم بھی اس میں شامل ہے اس کی بات کو کشف کریں تو یہ حس کی جگہ پر نہیں آسکتا پس ادلہ خبر واحد اس کو شامل نہیں کر تا پس یہ حجت نہیں ہے ،نیتجہ اور اصلی بحث اور فیصلہ مرحوم مظفر اور شیخ انصاری ان کی تابعین کا نظریہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ہم تفصیل کے قائل ہو جائیں وہ یہ ہے اجماع منقول فاعل کے لیے قول امام کو کشف کر نا ہے منقول الیہ کی عقیدہ اور رائے میں کاشفیت نہیں رکھتی یہ حجت نہیں ہے کیونکہ خبر واحد کی ادلہ اس کو شامل نہیں ہوتا۔

کبھی دونوں کے لیے کاشفیت رکھتی ہے ،یا فاعل کے لیے کاشفیت نہیں رکھتی لیکن منقول الیہ کے لیے کاشفیت رکھتی ہے یہ دونوں حجت ہیں،کیونکہ خبر واحد کی ادلہ اس پرسائل ہو تا ہے یہاں منقول الیہ کے پاس اگر قول معصومؑ کی کاشغیت رکھتی ہو اجماع منقول تب بھی حجت ہے ،تو نیتجہ یہ ہوا اجماع بذات خود حجت نہیں ہے قول معصومؑ کو کشف کرنے کے عنوان سے حجت ہے،

....

اصول فقہ کا مختصر تعارف

سید التجا حسین کاظمی

انسان جب اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتاہے اور کسی شریعت کا تابع ہوجاتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کو احکام خدا وندی کو بجا لا تا ہے تو اس وقت ضروری ہے کہ اُس کی زندگی بسر کر نے کا طریقہ شریعت اسلامیہ اور الٰہی کے مطابق ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شریعت کچھ اور کہہ رہی ہو اور انسان کا عملا کردار اور زندگی کا طریقہ کچھ اور ہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ انسان کا عملی طریقہ کار اس شریعت کے مطابق ہو جس پر وہ ایمان رکھتا ہے اور جس کی وہ پیروی کرتا ہے۔

احکام شریعت کے واضح نہ ہونے کا سبب

پس یہ ایک ضروری امر ہے کہ انسان اپنے عملی موقف کا تعُین کرے اور یہ جان لے کہ اس نے زندگی کے مختلف حالات و واقعات میں کس طرح عمل کرنا ہے۔اب اگر احکام شریعت واضح ہوتے تو ہر ایک کے لیے اپنا عملی موقف (زندگی گزارنے کا طریقہ) معین کر نا بہت آسان ہو جاتا اور اس قدر وسیع و عمیق علمی ابحاث کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ مگر احکام شریعت اس قدر واضح و بدیہی نہیں ہیں کہ ہر انسان آسانی سے ان کو جان کر ان کے مطابق زندگی گزار سکے۔احکا م شریعہ کے غیر واضح ہونے کا سبب عصر تشریع سے اب تک ایک طویل زمانی فاصلہ ہے۔

اس زمانی فاصلے کی وجہ سے اکثر احکام شرعی غیر واضح ہو گئے اور ہر انسان کے لیے ان کا جاننا ممکن نہیں رہا اب اس حالت میں کیا کیا جائے ؟کیا کوئی طریقہ ہے جس کو اپناتے ہوتے ہم ان احکام شریعت سے واقفیت حاصل کر سکیں کہ جن سے ہمیں روزمرہ زندگی میں واسط پڑتا ہے اور ہمارے پاس ان احکام شریعت کے وجود پر دلیل بھی ہو۔

علم فقہ کی غرض وغایت

پس ان حالات میں ضروری تھا کہ ایک ایسا علم وضع کیا جائے جو اس مشکل میں ہمارے کام آسکے اور ہم اس کے ذریعے پیچیدہ وغیرہ واضح احکام شریعت کو دلیل کے ساتھ جان سکیں اور پھر ان احکام کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال سکیں۔اس اہم غرض کے حصول کے لیے علم فقہ وجود میں آیا۔جو انسان کو روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات و حالات سے متعلق احکام شرعیہ کو دلیل سے ثابت کرے۔جو شخص یہ احکام قرآن وسنت اور دوسرے شرعی منابع سے استنباط کرتا ہے اُسے فقیہ کہاجاتا ہے اور شرعی منابع میں اجتہاد کے ذریعے سعی وکوشش کو استنباط و استخراج کا نام دیا جاتا ہے۔اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ علم فقہ، احکام شرعیہ کے استخراج واستنباط کا علم ہے۔یعنی ؛جس کے ذریعے کتاب و سنت سے احکام شرعیہ معلوم کیے جاتے ہیں۔

علم اُصول فقہ

احکام شرعیہ کے استنباط اور استخراج کے اس اہم کام میں کچھ قواعد وضوابط سے مدد لی جاتی ہے، جو مشترک و عام قواعد ہیں ،یہ قواعد تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں تحقیق وتدقیق کی جائے۔ان کو مشخص کیاجائے کہ یہ کون کون سے اُصول وقواعد ہیں تاکہ ان کو ایک جگہ جمع کرکے علم فقہ میں استعمال کے لیے آمادہ کیا جائے۔اس کام کے لیے ایک خاص علم کو وضع کرنے کی ضرورت تھی۔اس غرض کے لئے وضع کئے جانے والے علم کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔

علم اصول کا تاریخی سفر

ابتداء میں علم اصول علم فقہ سے جدا علم نہیں تھا بلکہ علم اصول نے علم فقہ کے دامن میں پرورش پائی جس طرح علم فقہ علم حدیث کی آغوش میں پروران چڑھا اور خود علم حدیث بھی علم شریعہ سے الگ نہ تھا علم حدیث میں اس وقت بنیادی کام جمع نصوص و روایات یا حفظ نصوص و روایات تھا تاہم اس مرحلے میں ان نصوص و روایات سے حکم شرعی کے فہم کا طریقہ کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ بہت سادہ طریقے سے ہی ان روایات سے استفادہ کیا جاتا تھا۔

اس کے بعدجوں جوں وقت گذرتا گیا؛ نصوص و روایات سے حکم شرعی کافہم تدریجاً پیچیدہ اور عمیق ہو تا گیا اور اس کے لئے کچھ اصول وضوابط تعین کئے گئے جن سے ایک علمی اور فقہی تفکر کی ابتدا ہو ئی اور علم فقہ وجود میں آیا۔جب علم فقہ میں حکم شرعی کو الگ عمیق و علمی انداز میں نصوص شرعیہ سے استنباط کا عمل وجود میں آیا تواس وقت کچھ قواعد عامہ سامنے آئے جن کو حکم شرعی استنباط کر نے میں بروئے کار لا یا جانے لگا۔یہ ایسے عام و مشترک قواعد تھے جو مختلف احکام شرعیہ کے استخراج میں استعمال ہو تے تھے اور علمائے فقہ نے یہ جانا کہ یہ قواعد عام ہیں اور عملیہ استنباط ہیں مشترک ہیں اور ان کے بغیراستخراج حکم شرعی ممکن نہیں ہے۔یہیں سے اصولی تفکر کی ابتدا ہو ئی اور فقہی ذہنیت کا رخ اصولی ذہنیت کی طرف ہو گیا یعنی اس کے بعد علم اصول کی باقاعدہ ابتداء ہو گئی۔

اور اس بات کامطلب یہ نہیں ہے کہ اصولی فکر اس سے پہلے نہیں تھی بلکہ اصولی فکرصادقین (امام باقرؑو جعفرصادقؑ) کے زمانے میں بھی اصحاب ائمہ میں اس مرحلے تک پہنچ چکی تھی۔اس بات پر تاریخ گواہ ہے کہ اصحاب ائمہ معصومین خصوصاًامام صادق علیہ السلام کے شاگرد ایسے مشترک اور عام عناسرکے بارے میں سوال کرتے تھے، جو احکام شرعیہ کے عملی استنباط میں کام آتے ہیں اور ائمہ ان کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے۔یہ سوالات کتب احادیث میں موجود ہیں؛مثال کے طور پر بعض روایات میں نصوص متعارضہ کے علاج کے بارے پوچھا گیا اور بعض میں حجت خبرواحد اور اصالۃ براءۃ وغیرہ کے بارے سوالات کیے گئے ہیں۔

اصحاب ائمہ کے اس قسم کے سوالات و جوابات سے یہ بات واضح ہو تی ہے کہ اصولی فکر ان کے ہاں بھی موجود تھی۔ اور قواعدعامہ (اصولی قواعد) کی تحدید اور وضع کی طرف ان کا بھی رحجان تھا۔بلکہ بعض اصحاب نے تو مسائل اصولیہ پر رسالے بھی تالیف کیے ہیں۔جیسا کہ اصحاب امام صادق علیہ السلام میں سے ہشام بن حکم نے مباحث الفاظ پر رسالہ کی تالیف کیا ہے۔ملاحظہ کیجئے:

فہرست نجاشی ۳۳۴رقم ۱۱۷۴، تائیس الشعیہ لعلوم الا سلام ۳۱۰۔۳۱۱وسائل الشیعہ ۷۷،۴،۳ باب ۴۱ ابواب نجاسات، حدیث اول ،وسائل الشیعہ باب ۹،ابواب صفات قاضی ،وابواب وضو،حدیث اول۔

تاہم اس دور میں ان عناصر مشترکہ کا علم، فقہی ابحاث سے کوئی الگ اور مستقل علم نہیں تھا،یوں لگتا ہے کہ اصولی ابحاث جب تک مستقل علم کے درجہ تک پہنچنے کے قابل نہیں ہوئیں، علم فقہ و علم اصول ایک دوسرے میں مدغم رہے۔بعدمیں تدریجا یہ ابحاث ایک مستقل حیثیت اختیار کرگئیں۔بلکہ بعض نے ان کو علم کلام و اصول میں سے الگ کیا جیسا کہ سید مرتضی نے اپنی کتاب'' الذریعہ'' میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

''قدوجدت بعض من افردلاصول الفقه کتابا '' کہ میں نے بعض ایسے افراد کو پایا جنہوں نے اصول فقہ میں ایک الگ کتاب لکھی (یعنی علم کلام و اصول دین سے الگ)

اصول دین اور اُصول فقہ کی حد بندی

باوجو اس کے علم اصول فقہ علم اصول دین سے الگ علم بن گیا پھر بھی اس میں علم اصول دین کے ساتھ مخلوط رہنے کی وجہ سے بعض ابحاث کلامی اس میں داخل ہو گئیں کیونکہ کلمہ اصول ان دونوں میں مشترک تھا جیسے کہاجا تا ہے کہ اخبارِاحاد جو ظنی ہیں ان سے اصول میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ اصول میں دلیل کا قطعی ہو نا ضروری ہے۔پس کلمہ اصول کے دونوں علموں میں مشترک ہو نے کی وجہ سے اس فکر کو تقویت ملی کہ اخبار احاد سے اصول فقہ اور اصول دین دونوں میں استدلال ممکن نہیں جب کہ صحیح یہ ہے کہ اصول دین میں دلیل کا قطعی ہونا ضروری ہے اور اصول فقہ میں دلیل ظنی (اخباراحاد) سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال تدریجاًیہ علم یعنی قواعد عامہ کے ساتھ مشترکہ عناصر کا علم دوسرے علوم سے الگ شکل اختیار کرتا گیا جوں جوں اس میں وسعت آتی گئی یہاں تک کہ علم اصول مرحلہ تصنیف میں داخل ہو گیا۔

غید صغریٰ کے بعد اُصول فقہ کا ارتقاء

یہ غیبت صغریٰ کے بعد چوتھی صدی ہجری کے ابتداء کا زمانہ ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ

جو نہی (غیبت کبریٰ کے آغاز کے ساتھ) عصر نص ختم ہوا تو امامیہ فقہا کے ہاں باقاعدہ اصولی ابحاث واضح طور پر نظر آنے لگیں گویا کہ ان کی اصولی ذہنیت کھل کر سامنے آگئی۔تاہم عصر نص میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی مگر اصولی فکر اس وقت بھی پائی جاتی تھی۔اصولی میدان میں سب سے پہلے جن فقہاء امامیہ نے کردار ادا کیا ان میں سے حسن بن علی ابن ابی عقیل اور محمد بن احمد ابن جنید کے نام سہر فہرست ہیں۔

اصولی تصانیف کا آغاز

اب علم اصول بہت تیزی سے تالیف و تصنیف کے مرحلہ میں داخل ہو گیا یہاں تک کہ محمد بن محمد بن نعمان الملقب باشیخ المفید (متوفی ۴۱۳ھ) نے اصول فقہ پر کتاب لکھی اور اس میں اصولی طرز تفکر کو واضح کیا جو، ان سے پہلے ابن ابی عقیل اور ابن جنید جیسے فقہاء کے ہاں پایا جاتا تھا۔

اس کے بعد شیخ مفید کے شاگرد رشید سید مرتضی (متوفی ۴۳۴ھ)نے علم اصول پر 'ذریعہ 'نامی کتاب لکھی۔سید مرتضی کے علاوہ شیخ مفید کے باقی شاگردوں نے بھی علم اصول پرکام کیا جن میں سے سلار بن عبدالعزیز الدیلمی (متوفی ۴۳۶ھ) نے بھی کتاب لکھی جس کا نام ،''التقریب فی اصول الفقه'' رکھا۔شیخ مفید ہی کے شاگردوں میں سے محمد بن حسن طوسی (المعروف شیخ طوسی متوفی ۴۶۰ھ) ہیں، جنہوں نے ''العدۃ فی الاصول ''نامی کتاب تالیف فرمائی۔

علم اصول کا جدید دور

شیخ طوسی کے زمانے میں علم اصول ایک جدید دور میں داخل ہو گیا۔اس دور میں علم اصول نے ترقی کی منازل طے کیں۔بلکہ شیخ طوسی کی کتاب'' العدۃ'' اصولی ترقی کی عکاس ہے اور شیخ کی کتاب'' المبسوط'' ،اس دور میں فقہی میدان میں پائے جانے والے تقدم کی عظیم مثال ہے۔۴۶۰ ہجری میں شیخ طوسی کی وفات ہوتی ہے جن کے بعد تقریباً ایک صدی تک فقہ و اصول دونوں تعطل و توقف کا شکار نظر آتے ہیں اس عرصہ میں فقہ و اصول میں مزید ترقی نہیں ہو سکی۔

تقریباً ایک سوسال بعد محمد بن احمد ابن ادریس (متوفی ۵۹۸ھ) نے آکر اس علمی تعطل کا خاتمہ کیا اور فقہ میں'' سرائر'' نامی کتاب تایف فرمائی ،اسی زمانے میں ہی حمزہ بن علی بن زہرہ الحسینی الحلبی نے اصول فقہ پر کتاب لکھی جس کا نام ''الغنیہ'' ہے۔

یعنی؛ دوبارہ فقہ و اصول کے میدان میں کام شروع ہو گیا اور دونوں علوم پھر سے پھلنے پھولنے لگے ابن ادریس کے شاگردوں کے شاگرد نجم الدین جعفر بن حسین بن یحیٰ بن سعید الحلبی (المعروف محقق حلی متوفی ۶۱۶ھ) ہیں جنہوں نے فقہ میں شرائع الاسلام اور اصول میں '' نہج الوصول الی معرفۃ الاصول'' اور'' المعارج'' جیسی گرانقدر کتابیں لکھیں۔محقق حلی ہی کے بھانجے شیخ حسن بن یوسف بن علی بن مطہر المعروف علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ) ہیں۔جنہوں نے اصول فقہ پر کئی کتابیں لکھیں جن میں'' تہذیب الوصول الی علم الا صول'' اور ''مبادی الوصول الی علم الا صول '' قابل ذکر ہیں۔

علمی میدان میں یہ نشوونما دسویں صدی ہجری کے اواخر تک جاری رہی۔شیخ حسن بن زین الدین (متوفی ۱۰۱۱ھ) کی اصول فقہ میں'' المعالم ''نامی کتاب اس زمانے میں علمی ترقی کو عیاں کرتی ہے۔کتاب 'المعالم' اصولی مستوی عالی کی آسان تعبیر اور جدید تنظیم کی وجہ سے انفرادی حیثیت رکھتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب درسی کتاب بن گئی اور ماضی قریب تک حوزات علمیہ کے باقاعدہ نصاب کا حصہ رہی۔بلکہ اب بھی بعض مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔معالم کی ہم عصر کتاب ''زبدۃ الاصول'' ہے جس کو گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں شیخ بہائی (متوفی ۱۰۳۱ھ) نے تصنیف فرمایا۔

علم اصول پر اخباری گروہ کی یلغار

صاحب معالم کے بعد گیارھویں صدی ہجری کے آغاز میں علم اصول پر اخباریت کا شدید حملہ ہوا۔اخباریوں کی طرف سے علم اصول کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا جن کے روح رواں میرزا محمد امین اشترآبادی (متوفی۱۰۲۱ھ) تھے۔

علم اصول پر طرح طرح کے اشکالات کیے گئے۔مثلاًیہ علم اہل سنت سے لیا گیا ہے۔یا پھر قواعد اصولیہ پر عمل کرنے سے نصوص شرعیہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے یا یہ قواعد نصوص شرعیہ سے دوری کا سبب ہیں وغیرہ

اس سلسلے میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔علامہ باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۰ھ) نے کتاب ''بحارالا نور'' تالیف فرمائی، شیخ محمد بن الحسن المعروف حر عاملی : (متوفی ۱۱۰۴ھ) نے'' وسائل الشیعہ ''کی تالیف فرمائی۔ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں جمع احادیث و روایات پر بہت کام ہوا۔ اسی طرح فیض محسن کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ) نے کتاب ''وافی ''کی تالیف کی، سید ہاشم بحرانی (متوفی ۱۱۰۷ھ) نے تفسیر پر''برھان ''نامی کتاب لکھی جس میں تفسیر قرآن سے متعلق روایات و احادیث کو جمع کیا گیا۔

اُصول فقہ کی اخباریت کے سامنے پائیداری

اخیاریت کی طرف سے علم اصول پر شدید یلغارو تنقید کے باوجود اصولی کتب کی تالیف کا کام کسی حد تک جاری رہا۔ ملاعبد اللہ تونی (متوفی ۱۰۷۱ھ) نے ''الوافیہ فی الا صول ''نامی کتاب کی تالیف اسی زمانے میں کی۔ ان کے بعد محقق سید حسین خوانساری (متوفی ۱۰۹۸ھ)نے بھی اصول پر کام کیا کیونکہ ان کی فقہی کتاب ''مشارق الشموس فی شرح الدروس '' میں ان کے افکار اصولیہ واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔

محقق خوانساری کے ہم عصر محقق محمد بن الحسن الشیروانی (متوفی ۱۰۹۸ھ) ہیں جنہوں نے کتاب ''المعالم''پر حاشیہ قلمبند فرمایا۔اسی طرح اس زمانے میں ہمیں اور بھی ایسے علماء کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے اصولی میدان میں کردار ادا کیا۔ محقق خوانساری کے بیٹے جمال الدین نے عضری کی شرح مختصر پر تعلیقہ تحریر کیا جس کی طرف شیخ مرتضی انصاری نے ''رسائل'' میں بھی اشارہ کیا ہے۔

سید صدر الدین قمی (متوفی ۱۰۷۱ھ) نے ملاعبد اللہ تونی کی کتاب 'الوافیہ فی اصول ' کی شرح لکھی انہی کے پاس استاد وحید بہبانی نے تعلیم حاصل کی۔انہیں جلیل القدر علما ہی کی علمی کاوشوں کی وجہ سے علم اصول ایک نئے دور میں داخل ہوا اور کربلا مقدسہ میں مجدد کبیر محمد باقر بہبہانی(متوفی ۱۲۰۶ھ) کی سرپرستی میں ایک جدید مدرسہ ظہور پذیر ہوا۔اس زمانے میں اخباریت کا مرکز بھی کربلا مقدسہ ہی تھا۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے اصول کو اخباریوں کے اشکالات و شبہات کا بھرپور جواب دینے کا موقع فراہم ہوا یہاں تک کہ اخباری نظریات ماند پڑنے لگے اور اصولی نظریات اخباریت پر غالب آگئے۔ محقق بہبہانی نے علم اصول میں ، ''الفوائد الحائریہ '' نامی کتاب لکھی جس میں انہوں نے اخباریوں کے شبہات کے جواب بھی دیے۔ ہم اُصولی نظریات کو تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔عصر تمہیدی :جس میں فکراصولی کی جڑیں نمودار ہوئیں ،جو اصحاب ائمہ ،ابن ابی عقیل و ابن جنید سے لے کر شیخ طوسی تک کا زمانہ ہے۔

۲۔عصر علمی :جس میں فکر اصولی نے نشو و نما پائی

۳۔عصر کمال علمی : جو بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں استاد وحید بہبہانی سے شروع ہوتا ہے۔اس زمانے میں بہت بڑے بڑے علماء و محققین سامنے آئے جن میں سے استاد وحید بہبہانی کے شاگرد سید مہدی بحر العلوم (متوفی ۱۲۱۲ھ)، شیخ جعفر کاشف الغطاء (متوفی ۱۲۲۷ھ)، میرزا ابو القاسم قمی (متوفی ۱۲۲۷)، سید علی طباطبائی (متوفی ۱۲۲۱ھ) اور شیخ نور اللہ تستری (متوفی ۱۲۳۴ھ) ہیں۔

شیخ انصاری جو ۱۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے ،نے اصول فقہ کو بے مثال عروج اور ارتقا عطا کیا۔فقہ میں' ''مکاسب''اور اصول میں ''فرائد الاصول '' جیسی بے نظیر کتابیں لکھیں۔جو اب تک حوزات علمیہ کے نصاب کا حصہ ہیں۔۱۲۸۱ھ میں شیخ انصاری کی وفات ہوئی۔اس کے بعد بہت زیادہ علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اصولی میدان میں کام کیا۔اور اب تک اس علم میں بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

....

مصادر اور منابع

۱۔صدر محمد باقر(شہید) ،معالم جدید

۲۔ صدر محمد باقر(شہید)، حلقات اصول۔

۳۔ نجاشی۔ فہرست نجاشی

۴۔صدر ،سید حسن ،تاسیس الشیعہ فی علوم الا سلام

۵۔حر عاملی ،وسائل الشیعہ

☆☆☆☆☆

کتاب شناسی

کتابیات سیرت النبی ﷺ

سید حسین عارف نقوی

شیعوں کی طرف سے سیرت کے موضوع پر ہر زبان میں ہزار ہا کتابیں چھپی ہیں زیر نظر فہرست میں صرف چند کتابوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) آندھی میں چراغ: خواجہ غلام السیدین (م ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱م)

حضور ﷺ کی انسانیت، گوتم بدھ کا پیغام، حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور گرو نانک کی تعلیم پیش کی گئی ہے (خواجہ غلام السیدین ابن خواجہ غلام الثقلین ۱۳۲۱ھ کو پانی پت میں پیدا ہوئے آپ مولانا الطاف حسین حالی (۱۹۱۴م) کے نواسے تھے ۱۹۲۳م کو انگلستان سے ایم ایڈ کیا۔ مولانا ابو الکلام آزاد کے دور حکومت میں سیکرٹری تعلیمات بنائے گئے ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ/۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ کو واصل بحق ہوئے آپ کی بعض تصانیف حسب ذیل ہیں مغرب میں تعلیم جدید کے رجحانات قومی سیرت کی تشکیل، علی گڑھ کی تعلیمی تحریک، تہذیب کا حقیقی مفہوم، اصول تعلیم ہندوستان میں تعلیمی درس گاہ، درس گاہ مستقل، ایک مرد درویش، تعلیم کی نئی بنیادیں

(۲) اسوۃ الرسول ﷺ (حصہ سوم): سید اولاد حیدر بلگرامی

مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) کی معروف کتاب ''سیرۃ النبی ﷺ'' میں غلط واقعات کی نشاندہی اور صحیح واقعات کا اضافہ مصنف کے اپنے الفاظ میں ''واقعات حجۃ الوداع، نزول آیات، ''یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربکو اکملت لکم دینکم''، کامل تفصیل و تشریح کے ساتھ لکھے گئے ہیں

واقعات عقبہ ،متعلق غزوہ تبوک جن کو شبلی صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرمادیا ہے۔تفصیلی حقیقت کے ساتھ مندرج کر دیے گئے ہیں ان مقامات خاص کے علاوہ اس جلد میں بھی جہاں جہاں شبلی صاحب کا قلم استخفاف پر جھکا ہے اور انکشاف سے رکا ہے وہاں حقیقت کی جلوہ نمائی کر دی گئی ہے۔

ص۲زیر نظر جلد میں ۴ ھ تا وفات تک کہ حالات بیان کیے گئے ہیں

لاہور : علی پبلی کیشنز چوک دالگراں،۵۲۰ص

(۳)احمد مختار : میر سجاد علی بی اے ،ایم ایڈ

عنوانات : رسول خدا ﷺ سے پہلے عرب کی حالت ،رسول خدا ﷺ کی پیدائش ،حضور ﷺ کا نام اور خاندان حضور ﷺ کی حضرت خدیجہ سے شادی ،مسلمانوں پر کافروں کا ظلم ،حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال ،دوسرے ملکوں میں اسلام کا پھیلنا ،قرآن اور اہل بیت ۲۴ص،رشید آرٹ پریس کراچی۔

(۴)اخلاق عالیہ : علی حسن سبزواری

حضور ﷺ کے اخلاق عالیہ مختلف عنوانات کے تحت ،

(۲۱۵ ص،دوروپے چار آنے ،دین محمدی پریس لاہور)

(۵) آخری رسول : سید حسین مہدی حسینی

سید مجتبیٰ موسوی کی فارسی کتاب کا ترجمہ

۲۴۴ ص ،۱۰۰ ریال ،مارچ ۱۹۸۴ام چاپ خانہ دفتر نشر فرہنگ اسلامی ،

(۶) اسلام اور اس کے شارع مقدس کی بعض خصوصیات (حصہ اول) : سید ریاض علی بنارسی۔

صرف ان خصوصیات کاذکر جو دنیاکے کسی اور مذہب یا بانی مذہب میں نہیں۔

۸۴ ص، آٹھ آنے ۱۹۲۳ام ،سلیمانی پریس بنارس۔

(۷) اسلام اور اس کے شارع مقدس کے بعض خصوصیات (حصہ دوم): سید ریاض علی بنارسی

(م ۱۳۲۱ھ ،۱۹۴۲م)

آٹھ آنے ، سلیمانی پریس بنارس۔

(۸) اسلام اور اس کے شارع مقدس کی بعض خصوصیات (حصہ سوم): سید ریاض علی بنارسی۔

توحید کی تاریخ اور توحید خالص کا ذکر ،آٹھ آنے سلیمانی پریس بنارس۔

(۹) اسلام اور اس کے شارع مقدس کی بعض خصوصیات (حصہ چہارم): سید ریاض علی بنارسی۔

انبیائے ما سبق نے جو تعلیمات پیش فرمائی تھیں ان کی تکمیل کے لیے حضور ؐکا مبعوث ہونا ضروری تھا۔

آٹھ آنے سلیمانی پریس بنارس۔

(۱۰) اسلام کی کہانی۔ شبلی نعمانی کی زبانی : سید عطائے مہدی

سیرۃ النبی ﷺ شبلی نعمانی کی تلخیص ۱۲اص،دو روپے، پاک کتب خانہ اردو بازار ،راولپنڈی ،

(۱۱) اشاریہ نقوش رسول نمبر :سید جمیل احمد رضوی ،

بارہ مجلدات کا اشاریہ ،۳۲۷ص،ادارہ فروغ اردو لاہور ،جنوری ۱۹۸۵م۔

(۱۲) اعجاز التنزیل : خلیفہ سید محمد حسن

۵۰۳ ص، مطبع نیر اعظم مراد آباد نومبر ۱۸۸۹م،۱۳۰۶ھ۔

اب یہ کتاب امامیہ مشن لاہور نے بھی شائع کی ہے۔

(۱۳) انسان کامل : خواجہ غلام السید ین (م ۱۹۷۱م)

۴۰ ص، پانچ روپیہ چالیس پیسے ،۱۳۸۹ھ، مکتبہ ملی کراچی۔

(۱۴) انسان کامل المعروف اخلاق محمدی ، حصہ سوم : سید مجاور حسین رضوی

(۵۴۴ص، سو لہ روپے، کراچی)

(۱۵) اوصاف ختم المرسلین : جمیل حسین رضوی

۲۹۲ص، دس روپے ،۱۹۷۸م، افریشیا پر نٹنگ پریس کراچی

(۱۶) براق نبوی : مولانا سید آغا مہدی (م ۱۴۰۷ھ)

۱۴ص ، دو آنے، ادارہ تعلیمات الٰہیہ کراچی ،ایجو کیشنل پریس کراچی

(۱۷) براہین قطعیہ فی مولد خیر البریہ : مولانا کرامت علی جو نپوری (م۱۲۸۵ھ ،۱۸۶۸م)

۸۰ص، اعظم المطابع جو نپور۔

(۱۸) البرھان فی عقد رسول آخر الزمان : مرزا زین العباء قزلباش مراد آبادی ،

ساڑھے چار آنے ،اتحاد بک ایجنسی امروہہ (ہند)

(۱۹) بشریت رسول : مولانا سید امداد حسین کاظمی (م۱۹۸۵م،۱۳۹۵ھ)

۲۴ ص، پچاس پیسے ،ادارہ معارف اسلام لاہور ، تعلیمی پریس لاہور۔

(۲۰) بعد ا زخدا بزرگ : سید انوار احمد بلگرامی

۳۲ص، بنیاد علم وآگہی لاہور ،۱۹۷۸م۔

(۲۱) پیغمبر اسلام ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں : ظل عباس عباسی
۱۰۳ ص، ادارہ نئی راہ بمبئی، ۱۹۵۶م۔

(۲۲) پیغمبر اعظم ﷺ نے فرمایا : شوکت علی عابد۔
۱۳۵ ص، مصطفیٰ پبلی کیشنز، حیدر آباد، ۱۹۸۳م۔

(۲۳) تاریخ اسلام یا خلاصۃ الکلام فی تاریخ الاسلام : ایس ذاکر حسین جعفر
عرب کا جغرافیہ، رسول اللہ ﷺ کے حالات : قضیہ فدک کا حل۔
۱۹۶ص، ایک روپیہ چار آنے، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳م، مقبول پریس دہلی۔

(۲۴) تاریخ سید الانبیاء : ساحل بلگرامی،
۳۱ص، ندائے اسلام پریس کراچی۔

(۲۵) تحفہ سجادیہ : مولانا سید سجاد المعروف بہ سید محمد رضوی سید حسین جارچوی۔
چھ ابواب : ابتداء نور نبی ﷺ، ولادت، معراج، وفات (ذریعہ : ۳)

☆ حیات القلوب (فارسی) : محمد باقر مجلسی (م ۱۱۱۰ھ)۔

(۲۶) ترجمہ حیات القلوب جلد دوم : مولانا سید بشارت حسین کامل
۱۰۳۲ ص، امامیہ کتب خانہ لاہور۔

(۲۷) تنقید جدید : تاج العلماء مولانا سید علی محمد (م ۱۳۱۲ھ، ۱۸۹۴م)
اس سوال کا جواب کہ حضورؐ خلق عظیم کی منزل پر فائز تھے پھر آپ نے زوجہ زید کی خواستگاری کیوں کی ۸ ص، ۱۳۱۶ھ، ۱۸۹۸م، مطبع یوسفی دہلی۔

(۲۸) تاریخ اسلام کا سفر (حصہ اول) حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت خاتم ﷺ تک

سید علی اکبر رضوی(م۲۰۰۹م)

زیر نظر کتاب میں خالق کائنات ،خلقت کائنات اور ارتقاء کائنات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

عناوین :وجود باری تعالیٰ اور کائنات ،کتب سماوی ،انبیاء اور رسل کے ادوار سے مربوط

چند شخصیات اور، گروہ صلح حدیبیہ اور دفعات صلح ،فتح مکہ کے بعد پہلا حج ،کراچی : جاوداں پبلی

کیشنز،۲۰۰۳م ، ۹۴۹ص

(۲۹) تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام : سید ابو الحسن۔

۳۰۴ ص، جعفری پریس لکھنو۔

(۳۰) جلوہ نبی ﷺ:شاہ عابد حسین

۴۹۲ص،دو روپے ،۱۳۴۳ھ

(۳۱) ثمرۃ المکاشفہ : سید حمزہ علی امروہی

اناجیل کی رو سے ثابت کیاگیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جس آنے والے نبی کی بشارت

دی تھی وہ حضور ﷺ ہیں۔۳۰۸ص۔

(۳۲) جواہر زواہر : احمد حسین ،

۱۲۸ص،رئیس المطابع۔

(۳۳) حدیقۃ الاسلام : مولانا سید محمد حسین مجتہد (م ۱۳۳۷ھ،۱۹۱۹م)

حضور ﷺ کی نبوت کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے

چھ آنے ، مطبع اثنا عشری دہلی۔

(۳۴) حضرت رسول مقبولﷺ : حاجی نور حسین صابر (م ۱۹۴۵م،۱۳۶۴ھ)

چھ ابواب ،۳۵۲ ص،ڈھائی روپے ،کتب خانہ اثنا عشری لاہور ،گیلانی الیکٹرک پریس لاہور ،

(۳۵) حضرت محمد ﷺ کی کیثر الازدواجی کا فلسفہ : اشفاق احمد

۱۶ ص ، تحریک تحفظ تعلیمات آل محمدﷺ سرگودھا ۱۹۷۹م، مرتضی حسین پرنٹنگ پریس سرگودھا

(۳۶) خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ:سید علی اکبر رضوی

کراچی : ادارہ ترویج علوم اسلامیہ ،۲۰۰۸م،۴۲۱ص

(۳۷) حیات مقدسہ جلد اول : آغا سید واصف حسین نقوی (م ۱۹۸۹م)

۲۹۰ عنوانات ,۴۵۴ص،۷۵ روپے مکتبہ السادات جہلم ،۱۹۸۴م،لاہور آرٹ پریس لاہور۔

☆ حیات رسولﷺ (فارسی) : ع۔ب۔شیرازی

(۳۸) حیات رسولﷺ : سید غضنفر حسین بخاری۔

صرف ایک جز کا ترجمہ ،بچوں کے لیے

(۲۰ ص،خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کراچی ،جون ۱۹۸۵م)

(۳۹) حیات رسول ﷺ : سید عباس علی سبزواری۔

۲۰ ص،نونہال بک ڈپو دہلی ،۱۹۳۰،

(۴۰) خطیب قرآن (نبی آخر الزمان): مولانا سید مرتضیٰ حسین (م ۱۹۸۷ م)

۴۸۹ ص، ۲۵ روپے، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، علمی پرنٹنگ پریس لاہور۔

(۴۱) ذکر محمد، زبان علی علیہ السلام: سید مظفر حسین زیدی

۶۰ ص، دو روپے پچیس پیسے، ادارہ باب مدینۃ العلم کراچی، رجب ۱۳۹۷ھ، جون ۱۹۷۷م۔

(۴۲) سوانح عمری ختمی مرتبت ﷺ۔(از ولادت تا ہجرت (حصہ اول)

کتاب ''محمد رسول اللہ الدعوۃ (عزلی) کے ترجمے پر مشتمل ہے

ایران: دارالبلاغ تہران، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۷م، ۶۴ص

(حصہ دوم) قیام حکومت: ایران: دارالبلاغ تہران، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۷م، ۶۲ ص

(۴۳) رحمۃ للعالمین: مرزا احمد علی،

۱۲ص، مفت ادارہ معارف اسلام لاہور، پنجاب پریس لاہور۔

(۴۴) رحمۃ للعالمین: سید اظہر حسنین کاظمی

۲۲ص، انجمن حسینیہ ملکوال ضلع گجرات، مارچ ۱۹۸۰م،

(۴۵) رحمۃ للعالمین: قائد اعظم محمد علی جناح (م ۱۹۴۸م)۔

ایک تقریر۔ ۱۶ص، تنظیم مساجد مصری شاہ لاہور۔

(۴۶) رسول خدا ﷺ: علامہ سید علی نقی نقوی (م ۱۹۸۸)

۱۶ ص، دو آنے، امامیہ مشن لاہور، تعلیمی پریس لاہور، ۱۹۶۱م۔

(۴۷) روضۃ الصادقین ، سیرۃ المتقین۔ جلد دوم : مولانا سید ظفر مہدی اثیم

عنوانات : احادیث نور، جدول علمائے اہل سنت ، خلقت حضرت آدم علیہ السلام ہبوط آدمؑ

حالات حضرت عبد المطلب ، تحقیق تاریخ ولادت حضرت رسالت مآب ﷺ،

حالات رضاعت رسول خدا ﷺ معنی تعریف نبی ، کیفیت معراج

ایک روپیہ چار آنے منیجر اخبار سرفراز لکھنو۔

☆ حیات القلوب (فارسی) : محمد باقر مجلسی (م ۱۱۱۰ھ)

(۴۸) ریاض القلوب : محمد واجد علی شاہ اختر (م۱۸۸۷م)

۲۲۳ص، شوال ۱۳۰۲ھ ، مطبع سلطانی کلکتہ۔

(۴۹) ساغر محبوبی : سید اولاد حسین سجاد

تین باب : نماز کی برکتیں ،ولادت نبی اکرمؐ کا بیان ، مختلف انبیا کے معجزات کا بیان ،

ایک روپیہ دو آنے ، مطبع اثنا عشری دہلی۔

(۵۰) سرور انبیا : شیخ مہدی حسین ناصری

مسٹر طامس کارلائل نے (۱۸۵۰م) کو لندن میں دنیا کے جلیل القدر انسانوں کے بارے میں چھ تقاریر کی تھیں زیر نظر کتاب اس تقریر کا ترجمہ ہے جو حضور ﷺ کے بارے میں ہے مترجم نے اس سلسلے میں کی گئی اغلاط کی بھی نشاندہی حاشیے میں کی ہے۔

۹۶ ص ، چار آنے ،آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنو،۱۳۳۰ھ /۱۹۱۲م

معیار پریس رستم نگر لکھنو اس کتاب کادوسرا ایڈیشن جو ۱۲۶ صفحات پر مشتمل تھا۔

۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ کو نیشنل پریس الہ آباد میں چھپا۔

(۵۱) سرور کائنات ﷺ : سید اعظم حسین اعظم

۹۴ص،آٹھ آنے ،امامیہ مشن پاکستان لاہور ،اکتوبر ۱۹۵۸م خورشید عالم پریس لاہور۔

(۵۲) سلطان العرب والعجم : سید مظفر حسین زیدی

۲۴ص،ادارہ باب مدینۃ العلم کراچی

(۵۳) سوانح رسول کریم ﷺ

دو روپے پچاس پیسے ،شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور۔

(۵۴) شواہد الا سلام : سید موسی رضا جلالوی بن سید اکرام علی

۱۶ص (ناقص الا خر)ڈسٹرکٹ گزٹ پریس علی گڑھ۔

(۵۵) سیرۃ الرسول ﷺ و حقائق معارف اسلام : مولانا ظفر حسن امروہی (م ۱۹۸۹)

چار حصے ،سیرہ طیبہ ،صرف اور صرف اسلام ہی دین فطرت ہے ،حقیقت انسانیہ ،حیات بعد الموت۔۳۹۸ ص،۱۹۶۷م مشہور پریس کراچی۔

(۵۶) سیرۃ النبی ﷺ خواجہ غلام الحسنین (م ۱۳۵۵ھ /۱۹۳۷)

حالات قبل از ہجرت

چار آنے ،منیجر عصر جدید گولہ گنج لکھنو۔

(۵۷) مرقع اسلام در حالات خیر الا نام ﷺ : مولانا سید انصار حسین ذکی نقوی امروہی

۹۲۹ص،برقی پریس دہلی

(۵۸) مشارق الانوار ،فوائد الا خبار : حکیم مرزا جعفر خان۔

آٹھ آنے

(۵۹) المصطفیٰ ﷺ : مولانا مرزا احمد علی امرتسری (م ۱۳۹۰ھ)

۸۴ص،شیعہ ینگ مین سو سائٹی لاہور ،۱۳۳۲ھ /۱۹۱۴م پنجاب نیشنل سٹیم پریس لاہور

(۶۰) معجزات نبی اکرم ﷺ : ڈاکٹر سید حیدر مہدی

۸۰ص،۱۹۸۴م مکتبہ طوسی حیدر آباد (سندھ)

(۶۱) معراج انسانیت ،علامہ سید علی نقی (م ۱۹۸۸)

۱۰۰ص،مکتبہ امامیہ مشن پاکستان لاہور، ۱۹۶۸م

(۶۲) معراجیہ : مولانا سید ابو الحسن کشمیری ،معراج جسمانی کا بیان (مطلع انوار)

(۶۳) النبی ﷺ : علامہ محمد ہارو ن زنگی پوری (م ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰)

۲۴ص، تین آنے ،ادارہ تعلیمات الٰہیہ کراچی ،ایجوکیشنل پریس کراچی

(۶۴) النبی الخاتم ﷺ مولانا سید آغامہدی (م ۱۴۰۷ھ)

۱۶۱ ص،مفت مشہور آفسٹ پریس کراچی

(۶۵) نبی معصوم ﷺ مولانا غلام نبی جعفری۔

۱۲ص، مسجد اثنا عشری محمدی ڈیرہ کراچی ، باب الاسلام پرنٹنگ پریس

(۶۶) محسن انسانیت :رحمۃ للعالمین : سید شبیر حسین رضوی

۱۶ ص،انجمن فدایان حسین وزیر آباد، سٹار پریس وزیر آباد

(۶۷) امتزاج نور وطین۔ تخلیق محمد و آل محمد ﷺ: سید ظل حسنین زیدی سرسوی

چار حصے (۷۹ + ۱۰۲)ص،۷۵ روپے لاہور ، ۱۹۹۴م

(۶۸) دعائے خلیل و نوید مسیحا : عابدہ نرجس

۵۰۳ ص جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی ،عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی

☆ فروغ ابدیت (فارسی) : آقای جعفر سبحانی

(۶۹) فروغ ابدیت۔ سیرۃ النبی ﷺ: مولانا سید نصیر حسین (م ۱۹۸۹)

۷۱۲ ص،۱۳۰روپے، امامیہ پبلی کیشنز لاہور ،ناصر پریس۔

(۷۰) نظم حلیہ مبارک : مولانا ابو القاسم مقرب علی خان زائر (م ۱۳۴۵ھ)

۲۰ص،لدھیانہ ، مطبع مجمع البحرین ،۱۸۸۷م

☆ حملہ حیدر (فارسی): مرزا محمد رفیع باذل

(۷۱) نظم جعفری حصہ اول : محمد جعفر خان جعفر

حملہ حیدری ،معارج النبوۃکاشفی کی منظوم صورت ہے

زیر نظر کتاب حملہ حیدری کا منظوم ترجمہ ہے ،

۲۸۴،ص ڈیڑھ روپیہ ،کاظمی پریس جو نپور۔

(۷۲) نفحات الریا حین فی احوال سید نا خاتم النبین : مولانا سید مقرب علی زائر (م ۱۳۴۵)

چار فصل ،خاتمہ اور ایک ایقاظ،ایقاظ ۴۱۶تا ۴۲۸صفحات پر مشتمل ہے

جس میں شاہ عبد العزیز دہلوی کی کتاب "تحفہ اثنا عشریہ "کے طعن فدک کا جواب ہے۔

فصل اول:ابتدائے نور جناب رسول خدا ﷺ تا زمانہ بعثت اور اسی میں اجداد طاہرہ کا حال۔

فصل دوم : ذکر بعثت تا زمان ہجرت۔

فصل سوم:احوال انتقال جناب رسول خدا ﷺ کے دار دنیا سے مع بعض وصایا وطعن تخلف

جیش۔آغاز:بسملہ وخطبہ امابعد۔۔۔اموج الناس مقرب علی بن مرحوم شیر علی نقوی

۴۳۸ص،۱۲۸۰ھ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ۔

مصنف نے صفحہ ۱۲۴پر رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیوں کا ذکر کیا ہے۔

(۷۲) سیمائے محمد ﷺ : ڈاکٹر علی شریعتی ،ترجمہ : سیدخورشید احمد

اس موضوع پر کی گئی ڈاکٹر علی شریعتی (م ۱۹۷۷م)کی ایک تقریر کا ترجمہ

لاہور : لوح و قلم ،۱۴۰۳ھ،۱۹۸۳م، ۵۶ص

(۷۳) نذارنہ عقیدت : پروفیسر سید زین العابدین

۲۲ص،ضیا برقی پریس کراچی۔

(۷۴) نور اول یعنی المصطفیٰؐ: سید کرار حسین رضوی ، ۳۲، کراچی

☆ ضیاء العیون (فارسی): میرزا اسدی خان تہرانی۔

(۷۵) نور العیون : سید جواد علی رضوی

مہر نبوت اور نقوش و اشکال ،۸۴ ص، ۱۳۱۳ھ مطبع اثنا عشری لکھنو۔

(۷۶) نور العینین فی معراج سید الکونین ﷺ : سید مقرب علی خان زائر (م۱۳۴۵ھ)

حدیث معراج منظوم ، ۱۳۱۳ھ، مطبع یوسفی دھلی

(۷۷) نور محمد ﷺ (ذرہ نور): ڈاکٹر کاظم علی رسا

۱۶۴ص، دو روپے

(۷۸) ھادی اسلام : سید امجد علی اشھری ، ۱۹۱۳م ، بمبئی

(۷۹) ہمارے رسول ﷺ : اعجاز حسین جار چوی۔

۸۰ ص، تین آنے ،شیعہ سو سائٹی جو ہری محلّہ لکھنو۔

☆ الصحیح من سیرۃ النبی ﷺ (عربی حصہ اول):علامہ سید جعفر مرتضی عاملی

(۸۰) الصحیح من سیرہ النبی ﷺ (حصہ اول):

عنوانات : ماضی و حال سے رشتہ اور نگارش تاریخ ،روایات کو جانچنے کے اصول ،

عورت اور دور جاہلیت ،رسول اکرم ﷺ کا نسب گرامی ،روایت کی بنیاد اور جاہلیت ،

قرآن کا اعجاز ،راویوں اور مفسروں کے اقوال ، فلسطینی اور ان کی سر زمین

معارف اسلام پبلشرز ،۱۴۲۰ھ، ۴۳۱ ص

(۸۱) ہمارے نبی خاتم الانبیا ﷺ کی سوانح عمری : مولانا سید ظفر حسن امروہی(م ۱۹۸۹)
۱۵۰ص، نظامی پریس لکھنو۔

(۸۲) ہمارے نبی ﷺ کی تبلیغ اور اس کا مقصد : سید اکبر علی
۲۴ص،انجمن پریس کراچی

☆ حملہ حیدری : میرزا محمد رفیع باذل (م ۱۱۲۳ھ /۱۷۱۱م)

(۸۳) ہیبت حیدری : سید واجد علی بادشاہ اختر
منظوم ترجمہ ،۲۹۷ ص،رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵م ، مطبع سلطانی کلکتہ

(۸۴) ید بیضا : نواب احمد حسین خان پر یانوی (م۱۳۶۶ھ)
نبی ﷺ کا اپنی امت کو امت موسوی سے تشبیہ دینا ، وزارت ھارون و زارت علی
حق وصایت یوشع بن نون ،حضرت علی،
۳۶ص، مطبع قومی چوک لکھنو۔

(۸۵) وصایا نبی ﷺ بنام علی علیہ السلام: مولانا عباس علی شریف بن زمان علی شریف۔
۸۰ص،الازہر کو اپریٹو سو سائٹی کراچی ،۱۳۸۲ھ/ ۱۹۸۳م اس کتاب کی اشاعت اول
۱۳۳۲ھ کوحیدر آباد دکن سے ہو ئی۔

(۸۶) تصدیق رسالت : مولانا سید احمد علی موہانی۔
ان پیشین گوئیوں کا تذکرہ جو گوتم بدھ نے حضور ﷺ کے بارے میں کیں تھیں ،
۳ آنے ،انجمن موید الا سلام مدرسۃ الواعظین لکھنو۔

(۸۷) دیوان ابیات الجنان فی مدح سید الانس والجان (حصہ اول): سید مقرب علی خان زائر
۸۷ص، ۱۳۱۴ھ مطبع العلوم علی گڑھ۔

(۸۹) سیرت النبی ﷺ جلد اول انجیل مقدس کی روشنی میں: مولانا طالب حسین کر پالوی۔
۲۴۰ص، ستر روپے، جعفریہ دار التبلیغ لاہور، دسمبر ۱۹۹۰م معراج دین پرنٹرز لاہور

(۹۰) سیرت النبی ﷺ جلد دوم۔ مغربی مفکرین کی نظر میں: مولانا طالب حسین کرپالوی
۲۴۸ص، جعفریہ دارا لتبلیغ لاہور ۱۹۹۱م، ستر روپے، معراج الدین پرنٹرز لاہور۔

(۹۱) سیرۃ النبی ﷺ (جلد سوم) زبور و تورات کی روشنی میں: مولانا طالب حسین کرپالوی
۲۶۴ص، ۷۰ روپے اسلامیہ دارالتبلیغ لاہور، ۱۹۹۱

(۹۲) سیرۃ النبی ﷺ (جلد چہارم) ہندوئوں اور سکھوں کی نظر میں: مولانا طالب حسین کرپالوی
۲۶۴ص، ۷۰ روپے، اسلامیہ دار التبلیغ لاہور، ۱۹۹۱م،

(۹۳) سیرۃ النبی ﷺ (جلد پنجم) قرآن مجید کی روشنی میں: مولانا طالب حسین کرپالوی
۲۶۴ص، ستر روپے، جعفریہ دار التبلیغ لاہور، فروری ۱۹۹۱م،
معراج دین پرنٹرز لاہور۔

(۹۴) سیرۃ النبی ﷺ (جلد ششم) نور حضرت محمد مصطفی ﷺ: مولانا طالب حسین کر پالوی
۲۲۸ص، ستر روپے، جعفریہ دارالتبلیغ لاہور، فروری ۱۹۹۱م،

(۹۵) سیرۃ النبی ﷺ (جلد ہفتم) عالم الغیب: مولانا طالب حسین کرپالوی
۲۷۲ص، ستر روپے، جعفریہ دارالتبلیغ لاہور۔

☆ حیات القلوب (فارسی): علامہ محمد باقر مجلسی (م ۱۱۱۰ھ)

(۹۶) شفاء الصدور و الکروب : مولانا سید مجتبیٰ حسین

جلد دوم کا ترجمہ جو سیرۃ النبی ﷺ سے متعلق ہے ،

۱۱۰۰ ص، سید عبد الحسین تاجر کتب اثنا عشری لکھنو، ۱۳۲۳ھم۱۹۰۵م ،

مطبع دبدبہ احمدی لکھنو

(۹۷) الشفیع : مولانا سید احمد علامہ ہندی (م۱۳۶۶ھ، ۱۹۴۷م)

حضور ﷺ کی شفاعت کا ذکر ، ۲۰ص، مطبع تصویر عالم لکھنو۔

(۹۸) شق القمر : مولانا سید احمد علامہ ہندی (م ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۷م)

شق القمر کے بارے میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات

دار التبلیغ لکھنو ، نظامی پریس لکھنو ۵۲ ص، تین آنے ،

(۹۹) طلاقت حسینیہ: مولانا حکیم سید غلام حسنین کنتوری (۱۳۳۷ھ، ۱۹۱۸م)

رسول اللہ ﷺ کی ''کثرت ازدواج '' اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی ''کثرت طلاق'' جیسے مسائل کا حل

۴۸ص، گلزار محمدی سٹیم پریس ،لاہور۔

(۱۰۱) العرفان: مولانا سید محمد داؤد زنگی پوری

مسائل توحید و نبوت کا بیان ، سیرۃ النبی ؐ کا تفصیلی بیان

۱۱۲ص ،الجواد بک ڈپو بنارس ، علمی الیکٹرک مشین پریس بنارس۔

☆ حملہ حیدری (فارسی): میرزا محمد رفیع باذل (م۱۱۲۳ھ)

(۱۰۲) غزوات حیدری: سید محسن علی اسیر بن سید میر علی

عنوانات: بیان و لادت با سعادت حضرت آدم و حوا،ایام بعثت رسول یزداں،ہجرت سید انبیاء اور اصحاب باوفا بطحا سے طرف یثرب،ابتدائے جہاد بحکم خالق العباد،غزوہ احد۔۔

۷۴۸ ص،شعبان ۱۳۳۲ھ/جولائی ۱۹۱۴م، مطبع نو لکشور لکھنو۔

(۱۰۳) قصیدہ نبویہ مفتی میر محمد عباس (م۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹م)

مفتی صاحب کی کہی ہوئی عربی نعت مع ترجمہ۔

تین آنے، مطبع اثنا عشری دہلی۔

(۱۰۴) مرقع اسلام:

ڈھائی روپے،سرفراز قومی پریس لکھنو۔

(۱۰۵) مرقع اسلام در حالات خیر الانام: سید انصار حسین زکی نقوی امروہی،

انتیس عنوانات،۲۶۸ص،ڈیڑھ روپے،جنوری ۱۹۲۹م،جید برقی پریس دہلی۔

(۱۰۶) المصطفیٰ: ایم اے شاہد،۱۱۲ص،دوآنے

(۱۰۷) المصطفیٰ: مولانا سید تبارک حسن امروہی

۱۳۲ ص،۱۹۲۶م،احسن المطابع میرٹھ۔

(۱۰۸) مظہر قدس: مولانا سید احمد لکھنوی۔

دوآنے، مطبع اثنا عشری دہلی۔

(۱۰۹) المعراج : مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری (م ۱۳۳۹ھ)

معراج جسمانی کا بیان (ذریعہ :۲۱)

(۱۱۰) معراج النبی ﷺ : مولانا سید ظل حسنین زیدی

معراج و معراج جسمانی کا بیان۔

لاہور : ادارہ زید شہید اسلام پورہ ،۱۳۹۸ھ، ۱۰۴ص

(۱۱۱) معجزات سلطان محمد بن تاج الدین حسن

۴۴ص، مطبع یوسفی دہلی

(۱۱۲) معجزات رسول ﷺ : سید بشارت حسین کامل مرزا پوری

پچاس معجزات، ۷۲ص، درس گاہ ہاشمیہ کاظمی ٹرسٹ سادات کالونی کراچی ، شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی

(۱۱۳) مولود جناب سرور کائنات ﷺ : مولانا محمد بشیر سلیس

چھ روپے ، منظوم

(۱۱۴) مہامت اور آلی (حصہ سوم) مولانا حکیم سید محمود گیلانی

دیدوں اور شاستروں سے رسول ﷺ اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے فضائل و محامد

۷۴ص، ۷۵ پیسے ادارہ تحقیقات حیدری بکھو بھٹی سیالکوٹ ، اپریل ۱۹۶۵م اعجاز پریس سیالکوٹ

(۱۱۵) میلاد النبی ﷺ : مولانا سید حسن جعفر محدث لکھنوی

۱۷ص ، جعفری بک ڈپو سیتا پور ، الواعظ صفدر پریس لکھنو

(۱۱۶) سیرۃ النبی ﷺ جلد (ہشتم)نور احمد مجتبیٰ : مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۰۴ص،۱۰۰روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۱م۔

(۱۱۷) سیر ۃ النبی ﷺ (جلد نہم)فرقان حمید کی روشنی میں : مولانا طالب حسین کرپالوی(۱۹۹۷م)

۳۰۴ ص، ۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لا ہور

(۱۱۸) سیرۃ النبی ﷺ جلد دہم)کتاب مبین کی روشنی میں : مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۱۲ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۱ م ،معراج دین پرنٹرز لاہور۔

(۱۱۹) سیرۃ النبی ﷺ (جلد یا زدھم)انبیاء کرام کی نظر میں : مولانا طالب حسین کر پالوی

۳۴۴ ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۲م،معراج دین پرنٹرز لاہور۔

(۱۲۰) سیرۃ النبی ﷺ (جلد دو از دھم)اجداد مصطفیٰ ﷺ : مولانا طالب حسین کرپالوی

۲۴۸ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۲م۔

(۱۲۱) سیرۃ النبی ﷺ (جلد سیز دھم)والدین مصطفیٰ: مولانا طالب حسین کرپالوی

۲۴۸ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۲م۔

(۱۲۱) سیرۃ النبی ﷺ (جلدچہاردھم)نزول رحمت مصطفیٰ: مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۰۴ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۲م۔

(۱۲۲) سیرۃ النبی ﷺ (جلدپانزدھم)ظہور قدسی : مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۰۲ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور۔

(۱۲۳) سیرۃ النبی ﷺ (جلد شانزدھم)عالم شباب محمد ﷺ: مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۰۴ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور۔۱۹۹۳م

(۱۲۴) سیرۃ النبی ﷺ (جلد ہفدھم)اعلان نبوت : مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۰۴ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۳م۔

(۱۲۵) سیرۃ النبی ﷺ (جلد ہیجدہم)مکی زندگی: مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۲۰ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۳م۔

(۱۲۶) سیرۃ النبی ﷺ (جلد نوزدھم)مدنی زندگی: مولانا طالب حسین کرپالوی

۳۲۸ص،۱۰۰ روپے ،اسلامیہ دار التبلیغ لاہور ،۱۹۹۳م۔

(۱۲۷) سومولو رسول : اکبر حسین اکبر

شینا زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب

اسلام آباد : ماڈرن بک ڈپو ،۶۰،۱۹۸۵ روپے ،۲۲۴ ص،

(۱۲۸) اخلاق محمد ﷺ حصہ اول)ایم ایچ حسینی

اخلاق نبوی کو تاریخی واقعات کتب مستند ومعتبر سے پیش کیا گیا ہے۔

کراچی : ایجوکیشنل پریس ،۱۹۶۵م،۴۵۶ص

حصہ دوم : ایم ایچ حسینی ،۵۴۴ص

حصہ سوم : ایم ایچ حسینی ۵۴۴ص

(۱۲۹) رسالت ماب ﷺ کی کثرت ازدواج کے محرکات : سید محمد حسین زیدی

ڈاکٹر علی شریعتی کی کتاب کا ترجمہ ،

تہران ۱۴۱۷ھ ،۷۰ص

(۱۳۰) مختصر تاریخ زندگانی صاحب شرع اسلام۔حضرت محمد ﷺ فارسی : مولانا محمد حسن نجفی

بمبئی :، مطبع سلطانی ،۱۳۵۹ھ،۱۲۸ص

(131) (Biography of Holy Prophet Muhammad (PBUH

Karachi :Pir Ibrahim Trust ,296p,1974

(132) The Early History of Islam Vol 1

New Delhi :Rema Publishing Home, 1992

(133) Sprit of Islam : syed Amir Ali 277p,1928

شیعہ محدثین اور اُن کی کتب حدیث (۴)

شیخ محمد بن حسن حُر عاملی

سید رمیز الحسن موسوی

مذہب امامیہ اثنا عشریہ کی کتب اربعہ کے بعدحدیث کے موضوع پر اپنی ترتیب اور تہذیب کے حوالے سے ایک منفرد کتاب ''وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشریعة'' ہے کہ جس کے مئولف گیارہوں صدی ہجری کے معروف محدث شیخ حُر عاملی ہیں کہ جن کی یہ کتاب اپنے زمانہ تالیف سے لے کرآج تک تمام شیعہ فقہاء اور مجتہدین عظام کے نزدیک مورد اعتماد سمجھی جاتی ہے اور تمام فقہاء اجتہاد میں اس کتاب سے استفادہ کرتے ہیں۔اس کتاب کے تفصیلی تعارف سے پہلے مئولف کتاب کا مختصر تعارف ضروری ہے۔

شیخ حُر عاملی کے حالات زندگی

شیخ حر عاملی شب جمعہ ،۸ رجب المرجب ۱۰۳۳ ھ(۱۶۲۴ ء) کو لبنان کے علاقے جبل عامل کے ایک گاؤں مشغرہ میں پیدا ہوئے ہیں۔جبل عامل کا علاقہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ذر غفاری کے ہاتھوں شیعہ ہوا تھا اور انہی بزرگ صحابی کی وجہ سے اہل بیت اطہار کے عقیدت مند میں شامل ہو ا۔شیخ حر عاملی نے بھی ایک مذہبی اور اہل بیت رسول ﷺ سے عقیدت رکھنے والے گھرانے میں آنکھ کھولی اور اُن کے والد نے اُن کا نام ''محمد '' رکھا۔(1)

نسب : شیخ حر عاملی حر بن یزید ریاحی کی نسل سے ہیں۔جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حر بن یذید ریاحی کربلا میں یزیدی فوج کا سپاہ سالار تھا کہ جو توفیق الٰہی سے روز عاشور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ آملا تھا اور حضرت امام عالی مقام کے رکاب میں درجہ شہادت پر فائز ہوا تھا۔امام حسین علیہ السلام نے اس کے بارے میں فرمایا تھا :''تیرا بہت اچھا نام رکھا گیا ہے تو دنیا اور آخرت میں حُر اور آزاد ہے"۔شیخ حر عاملی ایک بامعرفت گھرانے میں بڑے ہوئے ہیں۔ آل حر کا خاندان اس علاقے کا ایک علمی اور فقہی خاندان تھا

جس سے بہت سے علمائے دین اور فقہائے عظام نکلے ہیں۔شیخ حر عمالی کے والد شیخ حسن بن علی بھی ایک فاضل ،عالم ادیب اور ثقہ وحافظ شخصیت تھی۔(2)

شیخ حر عاملی کے اساتذہ : حر عاملی نے تقریباً چالیس سال اپنے وطن میں گذارے ہیں اور اس دوران پنے والد گرامی ، اپنے چچا شیخ محمد حر ،اپنے نانا شیخ عبد السلام بن محمد اور اپنے والد کے ماموں شیخ علی بن محمود سے کسب فیض کیا۔اسی طرح اپنے چچا شیخ حسین ظہیر ،شیخ زین الدین بن محمد بن حسن بن زین الدین شہید ثانی کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کئے۔(3)

شیخ حر عاملی کے سفر : وہ دو بار حج کے لئے اور کربلا ونجف کی زیارات کے لئے گئے تھے اور پھر خراسان کے شہر مشہد مقدس کا سفر کیا جہاں اُن کا بہت زیادہ احترام کیا گیا اور بہت سے علماء ودانشوروں نے اُن کا استقبال کیا اور اُنہیں قاضی القضاۃ مشہد کا عہدہ پیش کیا گیا۔اسی طرح اُنہوں نے اصفہان کا سفر بھی کیا اورحدیث کی عظیم الشان کتاب'' بحار الانوار ''کے مئولف علامہ محمد باقر مجلسی سے ملاقات کی۔وہاں بھی اُن کا بہت احترام کیا گیا اور شاہ سلیمان صفوی نے انہیں خصوصی اہمیت دی۔حر عاملی نے علامہ مجلسی سے اور مجلسی نے اُن سے روایت نقل کی ہے اور علامہ مجلسی نے اُن کو جو اجازہ روایت دیا ہے وہ ابھی بھی موجود ہے۔حر عاملی علم حدیث میں مہارت کے ساتھ ساتھ ذوق شاعری سے بھی بہرہ مند تھے۔اُن کے اشعار کا دیوان تقریباً بیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔جس میں مدح اہل بیت کی گئی ہے۔(4)

شیخ حر عاملی کے شاگرد

بہت سے علما نے شیخ حر عاملی کے درس میں شرکت کی اور اُن سے حدیث ودوسرے علوم میں کسب فیض کیا جن میں سے چند علماء کے نام یہ ہیں :

۱۔شیخ مصطفیٰ بن عبد الواحد بن سیار حویز ۲۔شیخ محد رضا

۳۔سید محمد بن محمد حسینی اعرجی نائینی ۴۔سید محمد بن محمد بدیع رضوی مشہدی

۵۔محمد فاضل بن محمد مہدی مشہدی ۶۔سید محمد بن علی بن محی الدین موسوی عاملی

۷۔محمد صالح بن محمد باقر قزوینی المعورف روغنی ۸۔محمد تقی بن عبد الوہاب استر آبادی مشہدی

۹۔محمد تقی دھخوار قانی قزوینی ۱۰۔سید محمد بن احمد حسینی گیلانی

وفات

حر عاملی نے ۱۱ یا ۲۱ رمضان المبارک ۱۱۰۴ھ (۱۶۳۹ء) کو اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف سفر کیا۔اُن کو خراسان کے علم پرور شہر مشہد مقدس میں امام رضا علیہ السلام کی بار گاہ کے جوار میں دفن کیا گیا جہاں اُن کی قبر پر آج بھی اہل بیت اطہار عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں۔(5)

تالیفات

شیخ حر عاملی نے وسائل الشیعۃ کے علاوہ کہ جس کا تفصیلی تعارف انہی صفحات میں کرایا جائے گا کچھ اور کتابیں بھی لکھی ہیں جن کی تفصیل ہے :

۱۔ھدایۃ الامۃ الی احکام الائمہ :۸ جلد ، تحقیق :مجمع البحوث الاسلامیہ (مطبوعہ آستان قدس رضوی مشہد ۱۴۱۴ھ)

اس کتاب میں شیخ حر عاملی نے فقہی روایات کا ایک دورہ وسائل الشیعہ ہی کے طریقے پر تالیف کیا ہے لیکن احادیث کی سند کو اختصار کے پیش نظر حذف کر دیا ہے درحقیقت یہ کتاب وسائل الشیعہ کی تلخیص ہی ہے کہ جو خود مؤلف نے کی ہے۔

۲۔جواھر السنییہ فی الاحادیث القدسیۃ (مطبوعہ مکتبہ المفید ، قم)

یہ کتاب ۲۳ ابواب پر مشتمل ہے جس میں روایات اور احادیث قدسی کو جمع کیا ہے اور یہ کتاب چند بار شائع ہو چکی ہے اس کا اُردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

۳۔اثبات الھداۃ بالنصوص والمعجزات:

۳ جلد۔یہ کتاب ابو طالب تجلیل تبریزی کے تعلیقہ کے ساتھ مطبعۃ العلمیہ قم سے چھپی ہے اور اس میں شیعہ وسنی منابع سے ائمہ معصومین سے متعلق روایات اکٹھی کی گئی ہیں۔اس کے ۳۵ باب ،۹۶۲ فصلیں اور ۱۳۸۷احادیث ہیں۔یہ کتاب ۷ جلدوں میں احمد جنتی اور محمد نصر اللھی کے قلم سے فارسی میں بھی ترجمہ ہو چکی ہے۔

۴۔الفصول المھمۃ فی اصول الائمۃ (مطبوعہ مشہدی اسد آقا ،۱۳۰۴ھ)

یہ کتاب اصول دین اور اصول فقہ سے متعلق روایات پر مشتمل ہے۔

۵۔الصحیفۃ الثانیۃ من ادعیۃ علی بن الحسین علیہ السلام:

یہ کتاب اُن دعاؤں پر مشتمل ہے کہ جو صحیفہ کاملہ میں نہیں آئی ہیں۔

۶۔من لایحضرہ الامام:

یہ وسائل الشیعہ کی فہرست ہے

۷۔الفوائد الطوسیۃ:

اجلد اور سو فائدوں پر مشتمل ہے۔

۸۔امل الآمل:

کہ جس میں جبل عامل کے متاخر علما کے نام اور حالات ہیں۔

۹۔الایقاظ من الهجعة بالبرهان علی الرجعة :

رجعت کے بارے میں ایک چھوٹی سی کتاب جو ۶۰۰ احادیث پر مشتمل ہے اور ۶۴ آیات قرآن سے استفادہ کی گیا ہے **۱۰۔رسالة فی الرد علی الصوفیة :**

کہ جو ہزار حدیث پر مشتمل ہے سوفیہ کی رد میں

۱۱۔تواتر القرآن

۱۲۔بدایة الهدایة :

واجبات و محرمات منصوصہ پر مشتمل ہے

۱۳۔العربیة العلویة واللغة المرویة

۱۴۔دیوان شعر

کہ جو بیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے

۱۵۔دیوان الامام زین العابدین علیه السلام

۱۶۔تحریر وسائل الشیعة وتحبیر مسائل الشریعة:

یہ در حقیقت وسائل الشیعۃ کی شرح ہے

۱۷۔الاخلاق

۱۸۔مقتل الامام حسین علیه السلام

۱۹۔وسائل الشیعة :

جس کا تفصیلی تعارف دیا جارہا ہے۔(6)

وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ

شیعہ امامیہ کی حدیث کی ایک اہم کتاب ''وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ'' ہے کہ جو شیخ حر عاملی کی سب سے مشہور تالیف ہے۔

موضوع: اس کتاب ہیں تمام فقہی ابواب پر مشتمل روایات کو جمع کیا گیا ہے اور مئولف نے کتب اربعہ کے علاوہ دوسری ۱۸۰ کتب حدیث سے بھی استفادہ کیا ہے اور اس کی حدیثوں کی تعداد ۳۵۸۶۸ ہے۔

قدر منزلت: وسائل الشیعہ، شیعوں کی بہترین کتب حدیث میں شمار ہوتی ہے۔جس میں پیغمبر اسلام ﷺ اور ائمہ طاہرین کی روایات کو جمع کیا گیا ہے۔یہ کتاب تقریباً ۳۶ ہزار روایات پر مشتمل ہے جن میں محرمات ،واجبات اور مستحبات ومکروہات شرعی اور آداب وسنن پر مشتمل روایات اکٹھی کی گئی ہیں۔

مدت تالیف : وسائل الشیعہ ،الکافی کی طرح بیس سال کے عرصے میں لکھی گئی ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ حر عاملی نے اس کتاب کو لکھنے میں بہت زیادہ محنت ومشقت کی ہے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس پر صرف کیا ہے۔تاکہ اہل بیت عصمت وطہارت کے علمی ورثہ کی حفاظت کی جاسکے۔

طریقہ تالیف: شیخ حر عاملی نے اس کتاب کی روایات کو شرعی مسائل کی ترتیب کے مطابق جمع کیا ہے۔چونکہ فقہی کتابوں میں کتاب طہارت سے لیکر کتاب دیا ت تک ایک خاص ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے ،لہٰذا شیخ حر عاملی نے بھی اسی فقہی ترتیب کا خیال رکھا ہے تاکہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والے محققین اور مجتہدین کو اس کی روایات سے مسائل شرعی استنباط کرنے میں آسانی ہو اور اُن کا کام پراگندہ صورت میں انجام نہ پائے۔اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ کتاب ایک خاص علمی ہدف کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔(7)

وجہ تالیف : اس کتاب کو لکھنے کی وجہ کیا تھی اس بارے میں خود شیخ حرعاملی لکھتے ہیں :''قد کنت کثیراً ما أُطالب فکری وقلمی وھمی الی تالیف کتاب کامل ببلوغ الامل کاف فی العلم والعمل یشتمل علی احادیث المسائل

الشرعية ونصوص الاحكام الفرعية المروية فی الكتب المعتمدة الصحيحة التی نص علی صحتها علماء نا نصوصاً صريحة يكون مفزعاً لی فی مسائل الشريعة ومرجعاً يهتدی به من شاء من الشيعة واكون شريكاً فی ثواب كل من اقتبس من انوارہ۔۔۔ ''(8)

''ایک عرصے سے میں اپنی فکر اور قلم سے تقاضا مند تھا اور اس بات کا عزم کئے ہوئے تھا کہ ایک ایسی کتاب لکھوں جو میری آرزو کو بھی پورا کرتی ہو اور علم و عمل میں بھی سرآمد ہو اور شرعی احکام ومسائل پر مبنی ایسی احادیث پر مشتمل ہو کہ جو ہماری معتبر و صحیح کتب حدیث میں ہوں اور بڑے بڑے علماء نے اُن کی صحت کی تصریح کی ہو تاکہ وہ خود میرے لئے شرعی مسائل میں ایک پناہ گاہ بن جائے اور شیعوں کی ہدایت کے لئے ایک مرجع قرار پائے۔اور جو بھی اس کے نور سے بہرہ مند ہو اور اس کے مناروں کے پرچم سے ہدایت حاصل کرے؛ اس کے ثواب میں ،میں بھی شریک ہو جاؤں ، یہ کس قدر عظیم ثواب کا گنجینہ ہے کہ جو قیامت تک جاری رہے گا۔انشاء اللہ''۔

وسائل الشیعہ کی سند : شیخ حر عاملی نے اس کتاب کے خاتمہ پر جن کتابوں سے اُنہوں نے استفادہ کیا ہے ،اُن تک اپنی سند کو ذکر کیا ہے تاکہ یہ کتاب مرسلہ ہونے سے بچ جائے اور اس کی تمام روایات مستند قرار پائیں ۔ اور یہ بات بھی اس کتاب کے معتبر ہونے کی ایک دلیل ہے۔

فہرست کتاب : شیخ حر عاملی نے اس کتاب کی ایک فہرست بھی تیار کی ہے جس کا نام ''من لایحضرہ الامام'' رکھا ہے۔ اس فہرست میں کتاب کے تمام ابواب کے عناوین ہیں۔چونکہ اس کتاب میں فقہ کے تمام ابواب کو جدا جدا ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ فہرست فقہی موضوعات ومباحث کا ایک چھوٹا سا دائرۃ المعارف اور وسائل الشیعہ کا ایک خلاصہ بن گیا ہے۔ او ر بقول مؤلف یہ فہرست خود ایک فقہی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور تمام منصوص فتاویٰ پر مشتمل ہے کہ جن کے بارے میں کوئی نہ کوئی روایت نقل ہو ئی ہے۔

خلاصہ کتاب : شیخ حر عاملی نے وسائل الشیعہ کا ایک خلاصہ بھی لکھا ہے جس کا نام ''ھدایۃ الامۃ الی احکام الائمہ'' ہے۔ اور پھر اس کتاب کو بھی ''بدایۃ الھدایۃ '' کے نام سے خلاصہ کیاہے۔اس کتاب میں ۱۵۳۵ واجبات اسلام اور ۱۴۴۸۱ محرمات اسلام شمار کئے گئے ہیں۔(9)

وسائل الشیعہ کی خصوصیات: اس کتاب کے بارے میں شیخ حر عاملی لکھتے ہیں : میں نے اس کتاب کی روایات کو اُن مشہور اور معتبر کتابوں سے روایت کیا ہے کہ جن کی طرف شیعہ رجوع اور عمل کرتے ہیں۔ہر روایت کے آغاز میں اس کی سند اور اس شخص کا نام بھی لایا ہوں کہ جس کی کتاب سے یہ روایت نقل کی ہے۔اور اس کتاب کے ساتھ اپنی سند کتاب کے آخر میں ذکر کردی ہے۔

۲۔اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مئولف نے ایک ہی مسئلہ سے متعلق روایات کو ایک ساتھ ذکر کر دیا ہے تاکہ اس کی طرف رجوع کرنے والے کو ایک ہی موضوع پر سب روایات دلالت وسند اور متن کے ساتھ مل جائیں۔اس سہولت کی وجہ سے ہم ایک ہی باب کی روایات کے درمیان آسانی کے ساتھ موازنہ کر سکتے ہیں اوراُن کے متن اور سند ودلالت کا تحلیل و تجزیہ بھی کر سکتے ہیں۔

۳۔یہ کتاب ایک ہی باب کی مختلف منابع سے نقل ہونے والی احادیث کے درمیان جمع کرنے میں بھی سہولت فراہم کرتی ہے۔اس سے محققین کا قیمتی وقت بھی بچتا ہے اور علوم کی پیش رفت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔شیخ حر عاملی نے روایات کو مختلف نسخوں سے نقل کرنے میں بہت زیادہ سعی اور دقت کی ہے اور اختلاف نسخہ کی صورت میں حاشیہ میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

۵۔دوسری کتابوں کی نسبت اس کتاب کا ایک خاص امتیاز یہ ہے کہ وسائل الشیعہ کتب اربعہ اور دوسری کتب احادیث کے درمیان جامع کی حیثیت رکھتی ہے۔مثلاً فیض کاشانی کی کتاب ''وافی '' بھی ایک جامع کتاب ہے لیکن اس کی روایات فقط کتب اربعہ تک محدود ہیں۔

۶۔ شیخ حر عاملی نے اس کتاب پر دو بار تجدید نظر کی ہے اور اسے اول سے لیکر آخر تک دوبارہ لکھا ہے اور شاید یہ کتاب تین بار لکھی گئی ہے۔جس کی وجہ سے اس کی روایات بہت زیادہ دقیق اور معتبر بن گئی ہیں۔(10)

وسائل الشیعہ کے بارے میں علماء کی آراء

سید حسن صدر اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں: کتاب وسائل الشیعة ،شرعی احکام کے بارے میں لکھی گئی ہے یہ کتاب اس انداز میں لکھی گئی ہے کہ اس سے آسانی کے ساتھ استفادہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے مطالب تک دسترس حاصل کی جا سکتی ہے۔اس کتاب میں فقہی استدلال اور اقوال فقہاء کو بہترین انداز میں اور معتبر ترین ماخذ سے جمع کیا گیا ہے۔جب بھی ایک ماہر فقیہ اور مجتہد اس کو دیکھتا ہے تو وہ اس ہیں جو کچھ چاہتا ہے اُسے پروئے ہوئے موتیوں کی طرح پالیتا ہے۔ایسا کوئی مشکل مطلب نہیں کہ جس کو اس میں بیان نہ کیا گیا ہو۔

علامہ امینی اپنی گرانقدر کتاب''الغدیر '' میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں : کسی بھی رجال اور سوانح سے متعلق کتاب میں شیخ حر عاملی کا نام نہیں لیا گیا لیکن اُن کی کتاب وسائل الشیعة کی مدح وستائش کے بارے میں بہت زیادہ جملات ملتے ہیں۔

وسائل الشیعہ سے متعلق کتابیں : یہاں پر وسائل الشیعہ سے متعلق نشر شدہ آثار کی طرف چند حصوں میں اشارہ کیاجاتا ہے:

الف :تعلیقات اور شرحیں: وسائل الشیعہ جب سے تالیف ہوئی ہیاس وقت سے علمائے شیعہ اور فقہائے امامیہ کی توجہ کا مرکز بنی ہو ئی ہے۔اس لئے اس کتاب کی بہت سی شرحیں اور تعلقات لکھی گئی ہیں۔اس کی سب سے پہلی شرح خود اس کتاب کی مئولف نے لکھی ہے ؛وسائل الشیعہ سے متعلق ان کتابوں کی تفصیل کچھ یوں ہے :

۱۔ تحریر وسائل الشیعة وتحبیر مسائل الشریعة تالیف : شیخ حُر عاملی

۲۔ تعلیقہ بر وسائل الشیعۃ تالیف : شیخ حُر عاملی

۳۔ شرح وسائل الشیعۃ تالیف : شیخ محمد بن شیخ علی بن شیخ عبد النبی بن محمد بن سیلمان بن مقابی جو شیخ یوسف بحرانی کے ہم عصر تھے۔

۴۔ شرح وسائل الشیعۃ ، تالیف : حاج مولی محمد رضی قزوینی ،جو فتنہ افاغنہ میں شہید ہوئے۔

۵۔ مجمع الاحکام ، تالیف : شیخ محمد بن سلیمان مقابی بحرانی شیخ عبد اللہ سماھیجی کے ہم عصر تھے

۶۔ شرح وسائل الشیعۃ تالیف : سید ابو محمد حسن ببن علامہ ھادی آل صدر الدین موسی۔

۷۔ الاشارات والدلائل الی ماتقدم او تاخر فی الوسائل تالیف : شیخ عبد الصاحب جو صاحب جواہر کے پوتے تھے

۸۔ شرح وسائل الشیعۃ تالیف :آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی

اس کتاب میں اُن روایات کی طرف بھی اشارہ کیاگیا ہے جو شیخ حر عاملی نے ذکر نہیں کیں۔

۹۔ مستدرک الوسائل تالیف :علامہ محدث شیخ حسین نوری۔

اس کتاب میں محدث نوری نے بہت سی ایسی روایات ذکر کی ہیں جن کی طرف شیخ حر عاملی نے اشارہ تک نہیں کیا۔ یہ کتاب وسائل الشیعہ ہی کی ترتیب پر لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ کتاب وسائل الشیعہ کے دوگنابڑی ہوگئی ہے۔اس کتاب کی اہمیت کے بارے میں آخوند کاظم خراسانی صاحب کفایۃ الاصول لکھتے ہیں کہ وسائل الشیعۃ کی طرف رجوع کرنے کے بعد مستدرک الوسائل کی طرف رجوع کرنے سے مجتہد مکمل تحقیق تک پہنچ جاتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس موضوع پر دوسری کوئی روایت باقی نہیں بچی ورنہ ان دونوں کتابوں میں ضرور آجاتی۔

ب: معاجم و راہنما

۱۰۔المعجم المفہرس لالفاظ احادیث وسائل الشیعہ ۱۰ جلد ۔تالیف سید حسن طبیبی (منشورات الاعلمی، تہران)

۱۱۔المعجم المفہرس لالفاظ احادیث وسائل الشیعہ ۷ جلد ۔ زیر نظر : علی رضا برازش (نشر الھادی ،قم،۱۳۷۴ش)

۱۲۔مفتاح الوسائل ،سید جواد مصطفوی (طبع تہران) ۱۳۹۰ھ

ج : تلخیص

۱۵۔تلخیص وسائل الشیعہ تالیف : میرزا مھدی صادقی تبریزی ، ابھی تک ۶ جلد چھپی ہیں۔

د: تراجم ،فارسی ترجمہ

۱۶۔ ترجمہ جھاد النفس وسائل الشیعہ مترجم :علی صحت (دفتر نشر فرھنگ اہل بیت ، قم)اُردو ترجمہ :

۱۔ ترجمہ وسائل الشیعہ مترجم مولانا محمد حسین نجفی (ابھی تک ۱۳ جلدیں چھپ چکی ہیں)

وسائل الشیعہ کے خطی نسخے : ماہرین نے وسائل الشیعہ کے جن خطی نسخوں کی نشاندہی کی ہے اُن کی تفصیل یہ ہے :

۱۔مشہد مقدس میں آستان قدس رضوی کی لائبریری میں موجود خطی نسخہ۔یہ نسخہ خود مئولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس کی تاریخ نگارش :ربیع الاول ۱۰۷۲ھجری ہے۔یہ اس کتاب کا پہلا خطی نسخہ ہے۔

۲۔قم مقدس میں حضرت آیت اللہ نجفی مرعشی کی لائبریری میں موجود خطی نسخہ۔یہ نسخہ بھی مئولف کے اپنے خط سے ہے اور اس کی تاریخ نگارش ۱۰۸۲ ھ ہے اور یہ وسائل الشیعہ کا دوسرا نسخہ ہے۔

۳۔آستان قدس رضوی کی لائبریری میں موجود ایک دوسرا نسخہ کہ جس کی تاریخ نگارش ۱۱۱۴ ھ ہے۔یہ تیسرے نسخے سے نقل کیا گیا ہے اور اس کی تصحیح اور ملحقات بھی خود مئولف کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔

وسائل الشیعہ کا آخری ایڈیشن : وسائل الشیعہ کئی بار چھپ چکی ہے اور اس کا آخری ایڈیشن مئوسسہ آل البیت کی تحقیق کے ساتھ ۳۰ جلدوں میں چھپا ہے کہ جس پر بہت سے حواشی اور تعلیقات بھی موجود ہیں۔اسی سے اس کا سوفٹ وئیر بھی تیار کیا گیا ہے۔(11)

....

حوالہ جات

1۔ نجف زادہ ، محمد باقر،دانش حدیث ، ص ۹۱،سوفٹ ویئر ،نور ،جامع الاحادیث ، نسخہ ۲/۵

2۔ایضاً

3۔عاملی ، محمد بن حسن حر،وسائل الشیعہ ،مقدمہ ج۱،ص ۴،۳

4۔ نجف زادہ ، محمد باقر،دانش حدیث ، ص ۹۱

5۔عاملی ، محمد بن حسن حر،وسائل الشیعہ ،مقدمہ ج۱،ص ۴،۳

6۔ شیخ آقا بزرگ تہرانی، الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ ،

7۔سوفٹ ویئر ،نور ،جامع الاحادیث ، نسخہ ۲/۵

8۔عاملی ، محمد بن حسن حر،وسائل الشیعہ ،مقدمہ ج۱،ص ۴،۳

9۔مہریزی ، مہدی۔آشنائی با متون حدیث ونہج البلاغہ۔ص۱۱۶

10۔قربانی ،زین العابدین ،علم حدیث ،س۳۲۹۔۳۳۱

11۔سوفٹ ویئر ،نور ،جامع الاحادیث ، نسخہ ۲/۵،مہریزی ، مہدی۔آشنائی با متون حدیث ونہج البلاغہ۔ص۱۱۶

منابع و مآخذ

اس مقالے کی تیاری میں درج ذیل منابع اور مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے :

۱۔آشنائی با تاریخ ومنابع حدیثی ،دکتر علی نصیری ، مرکز جھانی علوم اسلامی ، قم،۱۳۸۵ ش

۲۔آشنايي بامتون حدیث ونہج البلاغہ، شیخ مہدی مھریزی۔مرکز جھانی علوم اسلامی ، قم

۳۔دانش حدیث ، محمد باقر نجف زادہ بار فروش ،مئوسسہ انتشارات جہاد دانشگاہی (ماجد) ،تہران ،۱۳۷۳ ش

۴۔سوفٹ ویئر ،نور ،جامع الاحادیث ، نسخہ ۲/۵،مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی ، قم

۵۔علم الحدیث ودرایۃ الحدیث ،کاظم مدیر شانہ چی ،دفتر انتشارات اسلامی ،جامعہ مدرسین ، قم ،۱۳۷۲ ش

٦۔الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ ، شیخ آ قا بزرگ تہرانی ،المکتبۃ الاسلامیہ ، تہران

اہل قلم سے اپیل

سہ ماہی ''نور معرفت '' علمی و تحقیقی جریدہ ہے

جسے دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلاب کے درمیان علمی و تحقیقی شوق و جستجو پیدا کرنے کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے۔یہ جریدہ تمام مدارس اوراستاتذہ وطلاب سے متعلق ہے۔لہٰذا اس سلسلے میں آپ کا علمی تعاون اور قیمتی آراء ہمیں اس جریدہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں مدد گار ثابت ہوں گی۔آپ سے گذارش ہے کہ اپنی دینی وعلمی تحقیقات اورنگارشات اس جریدہ کیلئے ارسال کریں۔تحقیقی اور علمی تحریروں کا دل کھول کر استقبال کیا جائے گا۔تمام تحریریں ،فرقہ وارانہ مواد سے پاک اور علمی حوالوں سے مزین ہونی چاہیں۔

مدیر

سہ ماہی نور معرفت اسلام آباد

شعبہ تحقیقات ،نور الہدیٰ ٹرسٹ۔(رجسٹرڈ) بارہ کہو۔اسلام آباد

فون :2231937-051

ای میل noor.marfat@gmail.com

RELIGIOUS RESEARCH JOURNAL

Quarterly

Noor-e-Marfat

Moharam, Safar, Rabi-ul-Awal,1431h

بَلغ العُلےٰ بِکمالِہ

کَشف الدُّجیٰ بجمالِہ

حسُنت جمیعُ خصالِہ

صلُّوا علیہ و آلِہ

یکی از مطبوعات

نور الھدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

سادات کالونی، بارہ کہو، اسلام آباد فون: 051-2231937